

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
غزواتِ نبی



مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مؤلف "سیرتِ رسولِ عربی"

پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

۵۵-ریلوے روڈ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
غزواتِ نبویؐ

مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مؤلف "سیرتِ رسولِ عربی"

پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

۵۵ - ریلوے روڈ لاہور

حرفِ آغاز

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی جلال و جمال الہی کا حسین امتزاج ہے لیکن جمال کا پہلو اس قدر غالب اور نمایاں ہے کہ ظہور جلال کے وقت بھی جلوۂ جمال آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی صورت و سیرت کا ذکر جمیل ہو تو ذوق لطیف ایک روحانی کیف و سرور سے سرشار ہو جاتا ہے۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اٹھوں پہر بندگی زلف و رُخِ انور میں مصروف رہتے ہیں۔

سیرتِ طیبہ کے موضوع پر دنیا کی مختلف زبانوں میں اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ کسی اور شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔ الحمد للہ کہ اردو زبان بھی اس معاملے میں تہی امن نہیں ہے۔ تصانیف اور تراجم کے انبار لگ چکے ہیں، تاہم اس موضوع پر ابھی ختم ہونے والی تشنگی پائی جاتی ہے۔ اردو میں متوسط کتاب علامہ نور بخش توکل کی سیرت رسول عربی (مطبوعہ تاج کمپنی / حامدا اینڈ کمپنی) مبسوط کتاب "مدارج النبوة" (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی) ہے۔

سیرت نگار کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دے، لیکن بہت سے قلم کار معرعبیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بجائے جواب دینے کے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کی تالیف سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جا بجا اس رویے کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ مولوی عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں:

”یورپ کے اس پروپیگنڈا کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت

پیدا ہو گئی ہے جو اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد بالسیف کو بہت بُرا سمجھتی ہے،

رسول اللہ کے غزوات اسلامی تاریخِ یربند میں داغ سمجھتی ہے اور اپنی انت

کتاب _____ غزوات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تالیف _____ علامہ نور بخش توکل قدس سرہ

حرفِ آغاز _____ محمد عبدالکیم شرف قادری

تصحیح _____ مولانا محمد منشا تابش قصوی

رکن مجلس عالمہ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

کتابت _____ محمد عاشق حسین ہاشمی

مطباعت _____ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء

صفحات _____ ۱۸۴

ناشر _____ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

مطبع _____ جنرل پرنٹرز - لاہور

قیمت _____

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور

رضا پبلی کیشنز، مین بازار داتا صاحب، لاہور

مکتبہ اشرفیہ، مدینہ مارکیٹ - مرید کے (شیخوپورہ)

حامدا اینڈ کمپنی، ۳۸ اردو بازار لاہور

فریدی بک سٹال، ۴۰ اردو بازار لاہور

میں وہ اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ داغ مٹا دیا جائے، مگر آیات قرآنی کی کثرت، احادیث صحیحہ کا دفتر اس کو یہ کرنے نہیں دیتا۔ لہذا اس نے یہ تاویل پیدا کی ہے کہ یہ سارے غزوات مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کے لیے تھے، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نہ تھے۔

چند سطر بعد لکھتے ہیں:

”یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے، صرف اس لیے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا اور ہمت و شجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہ رہے، جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے متبعین پر اعلائے کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مدافعت سے زیادہ ضروری ہے۔ وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے، مگر خدا کی مخالفت اور بت پرستی و شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔“

مولوی محمد ادریس کاندھلوی، شبلی نعمانی اور ان کے ہمہنواؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی تین خصوصیتوں کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) اس دور میں اگرچہ سیرت نبوی پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں، لیکن ان کے مؤلفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفوں سے اس قدر مرعوب اور خوفزدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات و احادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں۔

لے عبدالرؤف دانا پوری، اصح السیر (مفتیہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء) مطبوعہ مجلس نشریت اسلام آباد، ص ۶۹

(۲) نبی وجہ ہے کہ جب معجزات اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے، اس کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں راویوں پر بس چلتا ہے تو جرح و تعدیل کے ذریعے سے محدثانہ رنگ میں ان روایات کو ناقابل اعتبار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں سے جرح تو نقل کر دیتے ہیں اور توثیق و تعدیل کے اقوال نقل نہیں کرتے جو سراسر امانت اور دیانت کے خلاف اور قُرْآنًا طَیْسٌ ثَبُودَ نَمَآ وَ تَحْفُوزٌ کَثِیْرًا کا مصداق ہے، اور جہاں راویوں پر بس نہیں چلتا وہاں صوفیانہ اور محققانہ رنگ میں اگر تاویل کی راہ اختیار کی جاتی ہے جس سے آیت اور حدیث کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

(۳) اور جب خداوند ذوالجلال کے باغیوں سے جہاد و قتال کا ذکر آتا ہے تو بہت تیج و تاب کھاتے ہیں اور اس کو اسلام کے چہرہ پر ایک بدنما داغ سمجھ کر دھونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تو ممکن نہ ہوا کہ اعداء اللہ سے جہاد و قتال کی آیات و احادیث کا انکار کر سکیں، اس لیے تاویل کی راہ اختیار کی کہ یہ غزوات و سرایا اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنے اور آسمانی بادشاہت قائم کرنے اور قانون خداوندی کو علی الاعلان جاری کرنے کے لیے نہ تھے، بلکہ محض اپنی حفاظت اور جان بچانے اور دشمنوں کی مدافعت کے لیے تھے۔

جنگ بدر کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی نے ایسا موقف اختیار کیا جو محدثین، مفسرین، ارباب سیرت اور مورخین سب کے خلاف ہے۔ حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تصریح ہے:

لے محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ (مطبوعہ مکتبہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، ج ۱- ص ۱۵)

إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْلُمُونَ
يُرِيدُونَ عَيْرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ
عَلَى عَيْرٍ مَبْعُودٍ لَهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمان صرف قریش کے قافلے کے ارادے سے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے دشمن کو جمع فرمادیا، حالانکہ یہ پہلے سے طے شدہ نہیں تھا، لیکن علامہ شبلی کا اصرار ہے کہ مدینہ طیبہ میں ہی یہ اہللاع مل چکی تھی کہ مکہ مکرمہ سے مشرکین کا ایک بڑا لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اسی لشکر کا مقابلہ کرنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ ابوسفیان کی قیادت میں ملک شام سے آنے والے تجارتی قافلے کا قلعہ مقصود نہ تھا۔ اس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے طویل گفتگو کی ہے جو "سیرۃ النبی" کے بیس بائیس صفحات پر پھیل ہوئی ہے۔ اس کا باعث کیا ہے؟ وہی ذہنی پسپائی اور شکست خوردگی۔ وہ دراصل مستشرقین کے اس اغراض سے دامن چھڑانا چاہتے ہیں کہ مسلمان قافلہ تجارت کو لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے اور یہ کھلی ہوئی ڈاکہ زنی ہے، حالانکہ سیدھی سی بات ہے کہ یہ کھلی ہوئی جنگ تھی جو فریقین میں جاری تھی، ہجرت کے بعد مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو بیت اللہ شریف کی زیارت و طواف سے منع کر دیا تھا، اس بنا پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کو دھکی دی تھی کہ اگر تم نے یہ پابندی نہ اٹھائی تو ہم عالمی منڈیوں کو جانے والے تمہارے راستے بند کر دیں گے۔ قافلے کا قلعہ اسی ناکہ بندی کی ایک کڑی تھا، اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ مولوی محمد ادریس کاندھلوی شبلی صاحب کا موقف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ تمام صحیح اور صریح روایات کے خلاف ہے۔" لہ

لہ مسلم بن الحجاج القشیری، امام، مسلم شریف ج ۲۔ ص ۳۹۰

لہ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ (مطبوعہ مکہ پبلشنگ کمپنی لاہور) حصہ دوم۔ ص ۵۱۲

”غزوات النبی“

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت علامہ مولانا نور بخش توکلی قدس سرہ صحیح عقیدہ اور محسوس قابلیت کے مالک تھے۔ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمہ کے مرید، انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات اور گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جن کی کوششوں سے سرکاری کاغذات میں ”بارہ وفات“ کی جگہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا گیا۔ علامہ توکلی کی تصانیف کثیرہ ہیں سے ایک تصنیف ”غزوات النبی“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش نظر ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں میلاد شریف کے موقع پر انجمن نعمانیہ لاہور کی طرف سے چھپی تھی۔

علامہ توکلی کا ارادہ تھا کہ غزوات شریفہ کو ایک کتاب میں جمع فرمادیں، لیکن پہلے حصے میں صرف غزوہ بدر اور اس سے پہلے کے چند سرا یا کا ذکر ہوا۔ ہماری اطلاع کے مطابق اس کتاب کا دوسرا حصہ طبع نہیں ہوا، اس لیے باقی غزوات کی تفصیلات علامہ توکلی ہی کی دوسری تصنیف ”سیرت رسول عربی“ سے لے کر آخر میں شامل کر دی گئی ہیں تاکہ قاری کو اس موضوع پر تشنگی نہ رہے۔

علامہ شبلی کے خیالات کی تردید متعدد علماء نے کی ہے، لیکن علامہ توکلی کو ان سب سے ادلیت حاصل ہے، کیونکہ مولوی عبدالرؤف داناپوری کی تصنیف ”اسح السیر“ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں لکھی گئی۔ مولوی محمد ادریس کاندھلوی کی تصنیف ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء کے لگ بھگ لکھی گئی، جبکہ علامہ توکلی کی پیش نظر کتاب غزوات النبی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں چھپ چکی تھی۔

اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علامہ توکلی نے مضبوط دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر مسلمان قافلے سے تعرض کرنے کے لیے ہی نکلے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ قافلہ پرچ کر نکل گیا اور مقابلہ شکر سے آگیا اور اس سلسلے میں علامہ شبلی کی رائے اور تحقیق غلط ہے۔ علامہ توکلی نے ان کی ایک ایک دلیل کا جواب اس شرح و بسط سے دیا ہے کہ کوئی صاحب علم اس کا مطالعہ کرنے کے بعد تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا، اتنا مفصل اور مدلل جواب علامہ توکلی ہی کے قلم کا حصہ تھا، اور کسی نے اتنی تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو نہیں کی۔

یہی وجہ ہے کہ پاکستان سٹی رائٹرز گلڈ کی مجلس عاملہ نے اس کتاب کے چھپوانے کا فیصلہ کیا جو عرصہ سے نایاب تھی۔ بحمدہ تعالیٰ یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے۔ انشاء العزیز مطالعہ کے بعد آپ اس کی افادیت کا ضرور اعتراف کریں گے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہر ماہ پاکستان سٹی رائٹرز گلڈ کی طرف سے "ادبی تنقیدی نشست" کا اہتمام ہوتا ہے جس میں سٹی شعراء بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں اور سٹی ادیب سیرت طیبہ یا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین پر اپنے مقالات پیش کرتے ہیں۔ مولائے کیم ہمیں وہ مقاصد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتے جن کے پیش نظر یہ تنظیم قائم کی تھی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

صدر پاکستان سٹی رائٹرز گلڈ،

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

۱۴ جولائی ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا

ومولانا وسيلتنا في الدارين محمد وعلى آله واصحابه و

اتباعه اجمعين - اما بعد :

فقیر توکلی حسب معمول ناظرین کرام کی خدمت میں عرض پر دراز ہے کہ اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تقریب پر رسالہ "معراج النبی" لکھا گیا تھا۔ اس سال حضور پرنور کے غزوات کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے :

برادران اسلام ! یوم میلاد مبارک ہمارے واسطے سب سے بڑی غید ہے۔ اسلامی عیدیں کسی نہ کسی نعمت کے شکریہ کے لیے بنی ہیں، چنانچہ تمامی نعمت جج کے شکریہ کے لیے عید الاضحی، تمامی نعمت صیام کے شکریہ کے لیے عید الفطر اور ہفتہ بھر کی نمازوں کی نعمت کے حصول کے شکریہ میں جمعہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود باجود مسلمانوں کے واسطے سب سے بڑی نعمت ہے۔

لہذا اس کے شکریہ میں ہمیں سب سے بڑی عید منانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ وسعت دے تو ہر مہینے، ورنہ ماہ ربیع الاول میں تو ضرور اظہار بھت و سرور اور ذکر تولد حضور پرنور اور محفل میلاد میں قیام کے علاوہ پیشکش سلام و درود ہونا چاہیے۔ علامہ سید احمد عابدین

(متوفی ۱۳۲۰ھ) نے نثر الدرر علی مولد ابن حجر کے مقدمہ میں کیا اچھا فرمایا ہے : فرحکم

الله امراً اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعياداً فانه اذا لم يكن

من ذلك فائدة الاكثر الصلوة والتسليم عليه صلى الله عليه وسلم

لكفى وفضلهما لا يخفى۔

لہ جو اہل بحار للعلامۃ النبہانی

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ غفرلہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے حضور اقدس کے مولود مبارک کے مہینے کی راتوں کو عید بنایا، کیونکہ اگر اس سے درود و سلام کی کثرت کے سوا کوئی اور فائدہ نہ ہو تو یہی کافی ہے اور درود و سلام کی فضیلت پوشیدہ نہیں۔
انتهی۔ اللهم صل وسلم وبارک علیہ۔

اب یہاں سے آغاز مطلوب ہے۔ وہو الموفق والمعین۔

محدثین و اہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ وہ لشکر ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات اقدس شامل ہوں اور اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بذات شریف شامل نہ ہوں، بلکہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو دشمن کے مقابلے میں بھیج دیں، تو وہ لشکر سرّیہ کہلاتا ہے۔

غزوات تعداد میں سترتائیس ہیں جن میں سے نوہیں قتال وقوع میں آیا ہے اور وہ یہ ہیں: بدر۔ احد۔ مریح۔ خندق۔ قریظہ۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ ملائف۔ سرایا کی تعداد سینتالیس ہے۔ ذیل میں ان سب کا حال بطریق اختصار لکھا جاتا ہے:

سرّیہ حمزہ بن عبدالمطلب

مسلمان مکہ مشرق میں قریش کی گوناگوں اذیتیں سہتے اور صبر کرتے رہے۔ جب بحکم الہی ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو وہاں ان کو بہت آرام ملا، مگر پورا اطمینان حاصل نہ تھا۔ بعد و مسافت نے قریش کی عداوت میں کسی طرح کمی پیدا نہ کی تھی۔ وہ اسلام کے مٹانے اور مسلمانوں کے فرائض مذہبی میں رکاوٹیں پیدا کرنے پر بدستور تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کو حج و عمرہ سے روکنے اور دیگر قبائل عرب کو ان کی مخالفت پر راغب کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے تھے۔ ہجرت تک مسلمانوں کو فقط صبر کی تعلیم تھی۔ پھر قتال کی اجازت ملی تو انہی کے ساتھ جو مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ پھر ان کے ساتھ بھی جو نہ لڑتے تھے۔ بعد ازاں مطلق طور پر جہاد فرس ہو گیا۔

انشاء اللہ بحث جہاد اور اس پر مخالفین کے اعتراض ہم غزوات کے اخیر میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ نظر بحالات بالا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے قریش کی شاہی تجارت کا راستہ بند کرنے کی کوشش فرمائی اور قبائل نواح کے ساتھ معاہدہ امن و امان قائم کرنے کا طریق اختیار کیا۔ چنانچہ ہجرت سے ساتویں مہینے کے شروع ماہ رمضان میں آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ایک سفید جھنڈا (لواء) تیار کیا جسے ان کے حلیف حضرت ابو مرشد کنانہ بن الحصین الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا۔ یہ پہلا جھنڈا تھا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے تیار ہوا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ فقط تیس صحابی تھے جو سب کے سب مہاجرین میں سے تھے۔ یہ سرّیہ قریش کے قافلے کے قصد سے نکلا تھا جو ملک

شام سے مکہ مشرفہ کو آ رہا تھا۔ اس قافلے میں ابو جہل کے ساتھ تین سو شتر سوار تھے۔ مقام عیص کے متصل ساحل سمندر پر ہر دو فریق جنگ کے لیے صف آرا ہوئے، مگر محمدی بن عمرو الجہنی نے جو ہردو کا حلیف تھا، بیچ بچاؤ کر کے لڑائی نہ ہونے دی، لہذا ابو جہل اپنے ہمراہیوں سمیت مکہ مشرفہ کو چلا گیا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ میں واپس آ گئے۔

سریۃ عبیدہ بن الحارث بن المطلب

یہ سریۃ بسرکردگی حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت سے آٹھویں مہینے کے شروع ماہ شوال میں ساتھ مہاجرین کے جمیعت کی ساتھ بطن رابع کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت مسطح بن اثاثہ بن المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار تھے۔ ابوسفیان بن حرب دوسو ہمراہیوں سمیت جحفہ سے قدید کی طرف دس میل کے فاصلہ پر بطن رابع کے متصل ایک چشمہ آب پر اترا ہوا تھا جسے احیاء کہتے ہیں۔

اس سریۃ میں صف آرائی نہیں ہوئی اور نہ تلوار چلی۔ فقط ہردو فریق ایک دوسرے کے نزدیک ہوئے۔ اور کچھ تیر اندازی ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کی طرف ایک تیر پھینکا۔ یہ پہلا تیر تھا جو اسلام کی راہ میں چلایا گیا۔ پھر ہردو فریق واپس چلے گئے۔

لہ بطن رابع بقول داؤدی ایک وادی کا نام ہے جو جحفہ سے دس میل کے فاصلے پر جحفہ اور ابواء کے درمیان واقع ہے ۱۰ منہ معجم البلدان یا قوت الحموی۔

سریۃ سعد بن ابی وقاص

یہ سریۃ ہجرت سے نویں مہینے کے آغاز ماہ ذی القعدہ میں بسرکردگی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس مہاجرین کی جمیعت کے ساتھ مقام خزار کو قافلہ قریش کے قصد سے بھیجا گیا۔ حضرت مقداد بن عمرو بہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم پیدل نکلے۔ دن کو چھپ رہتے اور رات کو چلتے، یہاں تک کہ پانچویں تاریخ کی صبح کو خزار میں پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ وہ قافلہ ایک روز پہلے اس مقام سے گزر گیا۔ اس لیے ہم مدینہ منورہ کو واپس چلے آئے۔

غزوۃ ابواء

ہجرت سے بارہویں مہینے کے آغاز ماہ صفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساتھ مہاجرین کے ساتھ نکلے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ خلیفہ بنایا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار تھے۔ جناب سرور کائنات فخر موجودات علیہ الوفاء التحیۃ والصلوۃ قافلہ قریش کے تعرض کے لیے ابواء میں پہنچے، مگر مقابلہ نہ ہوا۔ اس کو غزوۃ ودان بھی کہتے ہیں اور

لہ خزار جحفہ سے مکہ کے راستے میں خم کے قریب کنوئیں ہیں ۱۰ منہ طبقات ابن سعد

وَدَّانُ اور البوار میں چھ میل کا فاصلہ ہے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا غزوہ ہے۔ آپ پندرہ روز سفر میں رہے۔ اس غزوہ میں رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کے سردار نجدی بن عمر الضمری سے معاہدہ کر لیا۔ اس معاہدہ کے الفاظ یہ ہیں:

لہ وَدَّانُ اور البوار ہر دو کا صدر مقام فُرْع ہے جو مدینہ منورہ کی اخیر سرحد ہے اور مدینہ سے آٹھ منزل ہے۔ البوار اور جحفہ کے درمیان ۲۳ میل کا فاصلہ ہے۔ البوار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی قبر ہے۔ ان کے یہاں دفن ہونے کا سبب یہ تھا کہ جناب سیدہ ولدہ آدم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ مدینہ منورہ میں کھجوریں لانے کے لیے تشریف لے گئے تھے، ان کا وہیں انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئے، اس لیے حضرت آمنہ ان کی قبر کی زیارت کے لیے ہر سال مدینہ منورہ تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ جب حضرت خیر الواری سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ صہب معمول حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئیں۔ آپ کے ساتھ قافلہ سالار انبیاء حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ عبدالطلب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ ام ایمن تھی۔ مدینہ سے مکہ کو آتے ہوئے البوار میں حضرت آمنہ نے انتقال فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ البواط اپنے ماموں بنو نجار کی زیارت کے لیے مدینہ گیا تھا اور حضرت آمنہ کو ساتھ لے گیا تھا۔ مکہ کو واپس آتے ہوئے حضرت آمنہ نے البوار میں انتقال فرمایا۔

(معجم البلدان لیا قوت الحموی الرومی البغدادی المتوفی ۷۷۳ھ تحت لفظ البوار)

لہ ابن اسحاق مغازی کے نزدیک اس سے پہلے کوئی سریرہ وقوع میں نہیں آیا۔ وہ یہ ترتیب بیان کرتے ہیں غزوہ البوار سریرہ عبیدہ بن الحارث، سریرہ حمزہ بن عبدالمطلب، مگر تم نے ابن سعد کا متبع کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

هذا کتاب من محمد رسول اللہ
لبنی ضمیرہ با نھم امنون علی
اموالھم وانفسھم وان لھم
التصر علی من رامھم الا ان
یحاربوا فی دین اللہ مابل
بحوصوفہ وان النبی اذا دعاهم
لنصرہ اجابوا علیھم بذلک
ذمۃ اللہ ورسولہ۔
(مواہب لدنیہ وسیرت حلبیہ)

یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے تحریر ہے بنو نضیر کے لیے بدین مضمون کہ ان کے مال اور جانیں محفوظ رہیں گی اور جو شخص ان کا قصد کرے گا اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے گی جب تک ہمدردی نہ ہو کہ ترک کرتا رہے گا (یعنی ہمیشہ) بجز اس کے کہ وہ اللہ کے دین کی مخالفت میں لڑیں اور پیغمبر جب ان کو اپنی مدد کے لیے بلائیں گے تو وہ آئیں گے۔ ان کے ساتھ اس امر میں اللہ اور اللہ کے رسول کا عہد ہے۔

غزوہ بواط

یہ غزوہ ہجرت سے تیرھویں مہینے کے آغاز ماہ ربیع الاول میں وقوع میں آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور دو سو اصحاب کے ساتھ قافلہ قریش کے قصد سے نکلے جس میں امیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی اور اڑھائی ہزار اونٹ تھے، مگر مقابلہ نہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بواط سے واپس تشریف لے آئے۔

لہ بواط موضع رضوے کے نواح میں جبینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے جو منبع سے ایک دن کی راہ اور مدینہ منورہ سے چار منزل ہے۔ ۱۲

غزوہ بداولیٰ

ہجرت کے دوسرے سال ماہ ربیع الاول ہی میں کرزین جابر فہری (جو روئے سائے مشرکین میں سے تھا مگر بعد میں ایمان لایا) کی گوشمالی کے لیے ایک اور غزوہ کی تیاری کی گئی۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم علمدار تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کرزہ مذکور مدینہ منورہ کے اونٹ جو جماع میں چرا کرتے تھے ہانک کر لے گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے نواح میں وادی سفوان تک تشریف لے گئے، مگر کرز بچ کر نکل گیا اور حضور سراپا نور مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ ذوالعشیرہ

یہ غزوہ ہجرت سے سو لوہین مہینے کے آغاز ماہ جمادی الاخریٰ میں تھا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمدار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور بذات شریف ڈیڑھ سو یا بقول بعض دو سو مہاجرین کے ساتھ قافلہ قریش کے قصد سے نکلے جو مکہ مشرفہ سے ملک شام کو روانہ ہوا تھا۔ آپ کے ساتھ تیس اونٹ تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب آپ ذوالعشیرہ میں پہنچے، جو منبع

لہ جماعہ غنیمت کے قریب جڑت کی طرف مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ۱۲ طبقات ابن سعد۔

کے نواح میں مدینہ منورہ سے فاصلہ تھا، تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ جو چند روز پیشتر وہاں گزرا تھا۔ اسی مقام پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بدن شریف کو حالت خواب میں خاک آلودہ پا کر ان کو کنیت ابوتراب سے سرفراز فرمایا۔ اس غزوہ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو مدلج سے بنو ضمرہ کے حلیف تھے معاہدہ امن و امان کیا اور جنگ کے بغیر واپس آ گئے۔

لہ طبقات ابن سعد جز ثانی قسم اقل ص ۵۔ علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یہ کنیت عطا فرمائی اور وہ نکاح غزوہ بدر کے بعد ہوا ہے اور اس کی کیفیت (جیسا کہ صحیحین میں ہے) یوں ہے کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور معاوۃ عرب کے موافق پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے۔ حضرت زہرا نے جواب دیا کہ ناراض ہو کر نکل گئے ہیں۔ حضور مسجد میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور بدن شریف خاک آلودہ ہے۔ حضور خاک جھاڑنے لگے۔ اور فرمایا اسے ابوتراب! اٹھ بیٹھ۔ یہ پہلا دن تھا کہ حضرت علی کو اس کنیت سے پکارا گیا۔ دزاہل المعاد جز اول ص ۲۴ ابن اسحاق نے دونوں روایتیں نقل کر کے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کونسی درست ہے۔ (سیرت ابن ہشام۔ غزوہ ذوالعشیرہ)

طبرانی اور عساکر میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے موافات کرائی، تو اس موقع پر حضرت علی اور کسی دوسرے صحابی میں موافات نہ کرائی۔ اس پر حضرت علی عساکر ہو کر مسجد میں جا بیٹے۔ اس میں شک نہیں کہ حدیث صحیحین اصح ہے، مگر اس میں یہ مضمون نہیں کہ یہ پہلا دن تھا کہ حضرت علی کو اس کنیت سے پکارا گیا۔ لہذا دوسری روایتوں کی تحت کی صورت میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین موقعوں پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اس کنیت سے پکارا ہو۔ (ذرقانی علی الموابہ حرر اقل ص ۲۹)

سریہ عبداللہ بن جحش الاسدی

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ

مِنَ الْقَتْلِ ط (سورة بقرہ - ع ۲۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت سے سترہویں مہینے کے آغاز ماہ رجب میں اپنے چھوٹی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آٹھ یا بقول دیگر بارہ مہاجرین کی جمیعت کے ساتھ ایک سر بہر نامہ دے کر مدینہ منورہ سے نکلنے کی طرف روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ دودن کے سفر کے بعد اس نامہ کو کھول کر دیکھنا اور اس کے مضمون کے مطابق عمل کرنا اور کسی کو ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔ چنانچہ دودن کے سفر کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نامہ کو کھول کر دیکھا اس میں لکھا تھا کہ جب تم اس نامہ کو دیکھو تو آگے بڑھتے ہوئے مقام نخدہ تک چلے جاؤ۔ وہاں پہنچ کر قریش کے حالات کی ٹوہ لگاؤ اور ہمیں ان کے حالات سے اطلاع دو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پڑھ کر بسر و چشم کہا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مجھے آپ کو بجز واکراہ ساتھ لے جانے کا حکم نہیں۔ یہ سن کر ان میں سے کوئی بھی واپس نہ ہوا اور سب ہمراہ رہے۔ دودن کے لیے ایک اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ چلتے چلتے جب مقام بھڑان پر پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ

نے یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے ایک دن اور رات کی راہ ہے۔ ۱۲

لکھ بھڑان بالغ و بالغ فرما کے پاس ایک مقام ہے اور فرار مدینہ منورہ سے آٹھ منزل ہے۔ ۱۳

بن غزوہ کا اونٹ گم ہو گیا، اس لیے وہ دونوں اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے۔ باقی اصحاب مقام نخدہ پر جا اترے اور قافلہ قریش کے منتظر رہے۔ ناگاہ قریش کے اونٹوں کا قافلہ جن پر وہ شراب منقعی اور چمڑا وغیرہ مال تجارت طائف سے لا رہے تھے، ان کے قریب اترنا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ اور ابو جہل کے باپ ہشام بن مغیرہ کا آزاد کردہ غلام حکم بن کیسان تھے۔ اہل قافلہ مسلمانوں سے ڈر گئے۔ حضرت عکاشہ بن محسن سرمنڈا کر ان کی طرف نکلے۔ وہ ان کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ عمرہ کے لیے جا رہے ہیں۔ کوئی ڈرنے کی بات نہیں۔ اب مسلمان آپس میں مشورہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آج ماہ رجب کی آخری تاریخ ہے۔ اگر حملہ کرتے ہیں تو ایک ماہ حرام کی بتک لازم آتی ہے۔ اگر آج حملہ نہیں کرتے تو وہ کل سویرے سرزمین حرم میں داخل ہو جائیں گے جہاں جنگ ممنوع ہے۔ وہ اس تردد میں تھے اور حملہ کرنے سے ڈرتے تھے۔ آخر کار جرات کر کے انہوں نے بالاتفاق دھاوا بول دیا۔ حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی نے ایک تیرے عمرو بن حضرمی کا کام تمام کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان گرفتار ہو گئے اور باقی بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں اسیر دل اور قافلہ کا تمام مال لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ پہلی بار عمرو بن حضرمی کا باپ عبداللہ حضرمی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا حرب امیر الکلیف تھا۔ اور حرب قریش کا رئیس تھا اور عثمان و نوفل حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا مغیرہ کے بیٹے تھے جو رد ساق قریش کے زمرہ میں شمار ہوتا تھا۔

لکھ ماہ و تاریخ کی نسبت کئی روایتیں ہیں چنانچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کو شہر ہوا کہ یہ جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ ہے حالانکہ وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ بنا براس شبہ کے انہوں نے حملہ کیا تھا۔ واللہ اعلم! سہم ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد سے اس غنیمت کو تقسیم کر دیا اور پانچواں حصہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے رکھ لیا۔

غنیمت ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی اور عمرو بن حضری پہلا شخص ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مقتول ہوا اور عثمان و حکم پہلے شخص ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو ماہِ حرام میں لڑنے کا حکم نہ دیا تھا اور آپ نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کا حکم موقوف رکھا۔ قریش طعن زنی کرنے لگے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہِ حرام کو حلال کر دیا۔ جب کفار نے کثرت سے اس امر کا چرچا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: **يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشُّهُورِ الْحَرَامِ**، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا۔

لَهُ يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشُّهُورِ الْحَرَامِ قَاتِلٌ فِيهِ كَثِيرٌ مِّنْ يَّكْفُرُ بِهٖ وَالمُسْتَعِدِّ الْحَرَامِ وَارْخُوجْ اَهْلِيْهِ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالتَّقَاتُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ ۲۰۷) ترجمہ: جو چھپتے ہیں حرام کے مہینے کو اس میں لڑائی کرنے کو، تو کہہ لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجدِ حرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے زیادہ گناہ ہے اللہ کے ہاں! اور دین سے بچلانا مار ڈالنے زیادہ ہے۔ انتہی!

اس آیت کا جاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے جواب میں فرماتا ہے کہ ماہِ حرام میں قتل کرنا بے شک بڑا گناہ ہے، مگر لے کافرو! تم سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں، یعنی لوگوں کو اسلام سے منع کرنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین کو مسجدِ حرام سے جس کے وہ اہل ہیں نکالنا اہلِ سریت کی خطا سے بڑھ کر ہے۔ حالانکہ وہ خطا بھی بنا بر ایک روایت کے محض اشتباہ و ظن سے ہوئی!

اور فتنہ و مشرک جس کے تم مرتکب ہوئے ہو، عمرو بن حضریؓ سے بڑھ کر ہے۔ لہذا تم کس منہ سے طعن و تشنیع کرتے ہو۔ پس اس آیت میں مسلمانوں کی نہ سے ایک طرح

اور ایک روایت میں ہے کہ اس مال کو غزوہ بدر کی غنائم کے ساتھ تقسیم کیا۔ اس کے بعد قریش نے عثمان و حکم کا ذرا خلاصی بھیجا، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک سعد و عتبہ صحیح و سلامت ہمارے پاس نہ آجائیں ہم اسیروں کو نہیں چھوڑتے۔ لہذا جب سعد و عتبہ مدینہ میں واپس آگئے تو حضور نے حکم کو دعوتِ اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں رہے، یہاں تک کہ ہر موعودہ کے دن شہید ہو اور عثمان بن عبد اللہ مکہ میں چلا گیا اور کفر پر مرا۔ اس سریرہ میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر المومنین کا لقب عطا ہوا۔

غزوہ بدر

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّانْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُوْنَ (آل عمران ۱۶۳)

یہ سب سے بڑا غزوہ ہے۔ اس کا سبب عمرو بن حضری کا قتل اور قافلہ قریش کا شام کی طرف سے آنا تھا۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے قصد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذو الحشرہ تک تشریف لے گئے تھے۔ امیرِ قافلہ ابوسفیان تھا اور اس میں قریش کا بہت سا مال تھا۔ جب یہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر لگی۔ آپ نے فوراً مسلمانوں کو نکلنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت دے گا۔ پس جلدی سے تیاری کر کے آپ ہجرت سے انیسویں ماہ کے آغاز ۱۲ ماہ رمضان المبارک بروز ہفتہ مدینہ سے نکلے اور مدینہ منورہ سے ایک میل کے

لے یہ جو مشہور ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے امیر المومنین ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خلفاء میں سے آپ پہلے خلیفہ ہیں جو اس لقب سے ملقب ہوئے۔

فاصلہ پر بیرابی غلبہ پر لشکر گاہ مقرر ہوا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے
صغیر السن صحابہ (مثلاً ابن عمر - برادر بن عازب - انس بن مالک - جابر بن عبد اللہ - ثابت -
رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو واپس کر دیا اور باقی کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔
حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی حضرت عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جن کی عمر
سولہ سال کی تھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آنکھ بچا رہے تھے، کیونکہ ان
کو شوق شہادت تھا، مگر ڈرتے تھے کہ کہیں چھوٹی عمر کے سبب واپس نہ کر دیے جائیں۔
چنانچہ جب پیش ہوئے تو واپسی کا حکم ملا۔ اس پر آپ رونے لگے، لہذا اس رحمۃ اللعالمین
نے شمولیت کی اجازت دے دی، بلکہ خود اپنی تلوار کا پر تلہ لگا دیا۔ مجاہدین کی تعداد
جو شریک قتال ہوئے، صرف تین سو آٹھ تھی جس میں سے مہاجرین ساٹھ سے کچھ اور تھے
اور باقی سب انصاری تھے آٹھ صحابہ اور تھے جو بوجہ عذر شامل نہ ہو سکے۔ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بھی غنیمت میں سے پورا حصہ دیا۔ لہذا یہ بھی اصحاب بدر
میں شمار ہوتے ہیں۔ ان آٹھ میں سے تین تو مہاجرین تھے۔ یعنی حضرت عثمان بن عفان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
نیمار داری کے لیے حضور ہی کے ارشاد سے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے اور حضرت
طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر دو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،
جن کو حضور نے روانگی سے دس روز پیشتر قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے بھیج دیا تھا اور
وہ آپ کی روانگی کے بعد مدینہ منورہ میں واپس آئے تھے اور پانچ انصاری تھے۔ یعنی ابولبابہ
بن عبد المذرج بن کوا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غنیمت میں مدینہ کا حاکم مقرر
کیا۔ عاصم بن عدی الجہلی جو روم حار سے ضرب شدید کے سبب واپس کر دیے گئے اور

لے طبقات ابن سعد و استیعاب و اصحابہ - ترجمہ عمیر بن ابی وقاص - ۱۰

لے بدر سے ۳۶ میل ہے۔ ۱۲

مدینہ منورہ کی بالائی آبادی (عالیہ) کے حاکم بنائے گئے۔ حارث بن عاصب العمری جن کو
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روم حار سے کسی خاص کام کے لیے بنو عمرہ بن عوف
کے پاس بھیج دیا۔ حارث بن العتمہ جو روم حار میں ٹانگ پر شہید شرب آنے کے سبب واپس
کر دیئے گئے اور خوات بن جبریر جو اثنائے راہ میں ساق پر پتھر لگنے کے سبب مقام صفراء
سے واپس کر دیئے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کل ستر اونٹ
تھے۔ درمیان میں مجاہدین کو ایک ایک اونٹ ملا ہوا تھا جس پر وہ باری باری سوار
ہوتے تھے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی اور حضرت مرثد بن غنوی
یہ اونٹ پر اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)
... سے پر باری باری سواری کرتے تھے۔ اونٹوں کے علاوہ دو گھوڑے بھی تھے۔
یہ مقدار بن عمر و کا اور دوسرا مرثد غنوی کا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
... سے پہل کر صفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت بسبس بن عمرو اور عدی ابن ابی الزغباء
کو قافلہ کل پرسوں بدر میں پہنچ جاتے گا۔

ابوسفیان کو شام میں خبر ملی تھی کہ حضرت قافلہ کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس
لیے اس نے حجاز کے قریب پہنچ کر ضمضم بن عمرو کو بیس شقال سونے کی اجرت پر مکہ میں قریش
کے پاس بھیجا تاکہ ان کو قافلہ کے بچانے کی ترغیب دے۔ چنانچہ ضمضم بن عمرو اونٹ
پر سوار ہو کر فوراً روانہ ہو گیا۔ اس کے مکہ مشرفہ میں پہنچنے سے تین روز پیشتر حضور اقدس

لے بدر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے ۱۲ لے مقام روماء تک حضرت مرثد کی جگہ حضرت
ابولبابہ تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدل چلنے کی باری آئی تو حضرت علی و حضرت ابولبابہ
عرصن کرتے کہ حضور آپ سوار ہوں۔ ہم بجائے آپ کے پیدل چلتے ہیں، مگر حضور فرماتے تم پیدل
چلنے پر مجھ سے زیادہ قادر نہیں ہو اور نہ ہی میں تم سے اجر کا کچھ کم خواہاں ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

غزوہ بدر ۱۲ لے سیرت ابن ہشام ۱۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے ایک خواب دیکھا اور اپنے بھائی عباس عبد المطلب کو بلا کر کہا۔ میں نے آج ایک وحشت ناک خواب دیکھا ہے جس سے مجھے اندیشہ ہے کہ تیری قوم پر کوئی مصیبت آئے گی، اس لیے اس خواب کو پوشیدہ رکھنا اور وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابلیح (مختب دکھ کے درمیان وادی) میں ٹھہر گیا۔ پھر نہایت زور سے یوں چلایا،

”خبردار! اسے اصحابِ غدر تم تین دن میں اپنی موت کی جگہوں پر پہنچنے کے واسطے نکلو“
یہ سن کر لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اتنے میں اس کا اونٹ اس کو کعبہ کی چھت پر لے چڑھا۔ وہاں اس نے چلا کر وہی الفاظ زبان سے نکالے۔ بعد ازاں وہ اونٹ اس کو کوہ البقیس کی چوٹی پر لے چڑھا۔ اس نے وہاں بھی باواز بند پھر وہی الفاظ دہرائے اور ایک بڑا پتھر اٹھا کر لڑھکایا۔ جب وہ لڑھکتا لڑھکتا پہاڑ کے نیچے پہنچا تو پارہ پارہ ہو گیا اور سارے مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں اس کا کوئی پر خیمہ نہ پہنچا ہو۔ یہ سن کر عباس نے عاتکہ سے کہا کہ یہ خواب کسی کو نہ بتانا، مگر خود اپنے دوست ولید بن عتبہ کو بتا دیا اور پوشیدہ کھنے کی ہدایت کی۔ ولید نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہہ دیا۔ اس طرح ہوتے ہوتے سب جگہ اس کا چرچا ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس دن بیت اللہ شریف کے طواف کو نکلا تو دیکھا کہ ابوہل ایک گروہ قریش میں بیٹھا ہوا ہے اور وہاں اسی خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جب ابوہل نے مجھے دیکھا تو بولا،

”اے عبد المطلب کے بیٹو! تم میں یہ پیغمبری کب سے پیدا ہوتی ہے؟“
میں نے پوچھا ”یہ کیا معاملہ ہے؟“ اس نے عاتکہ کے خواب کی طرف اشارہ کیا۔
میں نے کہا ”اُس نے کیا دیکھا ہے؟“ اس پر وہ بولا،

”اے عبد المطلب کے بیٹو! کیا تم اب بھی خوش نہیں کہ تمہارے مرد تو درکنہ تمہاری عورتیں بھی پیغمبر بننے لگ گئیں۔ چنانچہ عاتکہ کہتی ہے کہ میرے خواب میں اس شخص نے کہا کہ تم تین دن میں نکلو، ہم تین دن انتظار کرتے ہیں۔ اگر اس کا قول سچا ہے تو وقوع میں آئے گا اور اگر تین دن میں کچھ نہ ہوا تو ہم اقرار نامہ لکھ کر دیں گے کہ تم عرب میں بیت اللہ والوں میں سب سے بڑھ کر دروغ گو ہو۔“

حضرت عباس کا قول ہے کہ اس وقت مجھ سے اتنا ہی بن پڑا کہ میں نے کہہ دیا اس نے کچھ نہیں دیکھا، اس کے بعد ہم اُٹھ آئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو عبد المطلب کے گھرانے کی تمام عورتوں نے مجھ سے آکر کہا کہ اس غیبتِ فاسق (ابوہل) نے جو تمہارے خاندان کے مردوں بلکہ عورتوں کی نسبت زبان درازی کی تو اسے کیونکر سن سکا؟ کیا تجھے غیرت نہ آتی؟ میں نے کہا بے شک مجھ سے کچھ نہ بن پڑا، مگر اللہ کی قسم میں اس کے سامنے جاؤں گا۔ اگر اس نے پھر ایسا کہا تو میں اس سے لڑوں گا۔ اس لیے تیسرے روز میں جوش و غضب میں بھرا ہوا ابوہل سے بدلہ لینے کے لیے مسجد حرام میں گیا۔ میں اس کی طرف بڑھا کہ وہ کچھ کہے تو میں دست و گریبان ہو جاؤں، مگر وہ مسجد کے دروازے کی طرف بھاگا۔ میں نے دل میں سوچا اس ملعون کو کیا ہو گیا۔ کیا یہ میرے گالی گلوچ کے ڈر سے اس طرح جا رہا ہے؟ میں اسی خیال میں حیران تھا کہ ضمن بن عمرو کی فریاد میرے کان میں پڑی۔ تب میں سمجھا کہ اسی فریاد کو سن کر وہ ملعون بے تحاشا بھاگا جا رہا ہے ضمن نے اپنے اونٹ کے ناک اور کان کاٹ دیے تھے، کجا وہ الٹ دیا تھا اور اپنی قمیض پھاڑ دی تھی۔ اس ہنیت کذابی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار یوں پیکار پکار کر کہہ رہا تھا،

”اے گروہ قریش! قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابوہنیان کے ساتھ ہے۔“

محمد اور اس کے اصحاب اس کے متبرہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچا لو گے۔ فریاد فریاد یہ سن کر قریش کہنے لگے کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حضرمی کے مانند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔ غرض قریش جلدی جلدی نکلے اور ان کے اشراف میں سے سولائے ابولہب کے کوئی پیچھے نہ رہا اور اس نے بھی اپنے عوض ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو بھیجا اور چار ہزار درہم جو بطور سود اس سے لیتے تھے، اس صلے میں معاف کر دیئے۔ امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جانے کا ارادہ کیا تھا، کیونکہ اس نے بھی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہجرت کے بعد مکہ مشرفہ میں سنا تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ مگر ابوجہل نے کہا تو اہل وادی مکہ کا سردار ہے، اگر تو پیچھے رہ گیا دوسرے بھی دیکھا دیکھی تیرے ساتھ رہ جائیں گے۔ غرض بڑی پس و پیش کے بعد ابوجہل کے اصرار پر وہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔

قریش جب بڑے ساز و سامان سے اس طرح چلنے کو تیار ہو گئے تو انہیں بنو کنانہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا، کیونکہ بدر سے پہلے قریش و کنانہ میں لڑائی جاری تھی، اس لیے قریش خائف تھے کہ مبادا کینہ سابق کے مطابق ہمارے پیچھے ہم کو کوئی ضرر پہنچائیں۔ اس وقت اہلیش بصورت سراقہ بن مالک ظاہر ہوا جو کنانہ کا سردار تھا اور کہنے لگا میں ضامن ہوں، تمہارے پیچھے بنو کنانہ سے تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس طرح اہلیسین

لے صحیح بخاری۔ باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من یقتل بیدر ۱۲ میرت ابن ہشام ۱۲

تہ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے : **وَإِذْ تَبَرَّأْنَا لِلْغَيْبِ عَمَّا لَهُمْ**
وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ أَنْتُمْ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ ج (الغالب ۶۷)

ترجمہ: اور جس وقت سوار نے لگا ان کی نظر میں ان کے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا

تم پر آج کے دن اور میں ہوں رفیق تمہارا۔ انتہا۔

نہی بصورت سراقہ لشکر قریش کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں اہل مکہ کے ساتھ گانے والی عورتیں اور آلاتِ ملاہی بھی تھے۔ رسد کا انتظام یہ تھا کہ امرائے قریش، عباس، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوجہل، امیہ وغیرہ باری باری ہر روز دس دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے محترم رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔

جب ابوسفیان مدینہ کے نواح میں پہنچا اور قریش کی کمک اس کی مدد کو نہ پہنچی تو وہ نہایت خوفزدہ ہوا کہ کہیں مسلمان کین گاہ میں نہ ہوں۔ اسی حال میں وہ بدر میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا کیا تو نے محمد کے جاسوسوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ مجدی بولا۔ اللہ کی قسم میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا۔ ہاں اس مقام پر دو سوار آتے تھے اور عدی و بس کے مناخ کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے ان کے اونٹوں کی سپینگیوں کو لے کر ٹوڑا، تو کیا دیکھتا ہے کہ ان میں کھجور کی گٹھلیاں ہیں۔ کہنے لگا ان اونٹوں نے میشراب کھجوروں کا گھاس کھایا ہے۔ وہ تو محمد کے جاسوس تھے، لہذا اس نے اپنے قافلے کے اونٹوں کے رُخ پھیر دیے اور بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ کر ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ جب وہ قافلے کو حملِ خطر سے بچا لے گیا۔ تو اس نے قیس بن امری القیس کے ہاتھ قریش کو کھلا بھیجا کہ میں نے قافلے کو بچا لیا ہے، لہذا تم واپس چلے جاؤ۔ یہ یہ قاصدِ جھٹہ میں قریش سے ملا اور انہیں ابوسفیان کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے واپس ہونے کا ارادہ کیا، مگر ابوجہل بولا کہ ہم بدر سے در سے واپس نہ ہوں گے، وہاں تین دن ٹھہریں گے، اونٹ ذبح کریں گے اور کھاتیں کھلائیں گے، شراب پیئیں گے اور راگ سنیں گے۔ اس طرح قبائل

نے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ کو مناخ کہتے ہیں ۱۲ طبقات ابن سعد غزوة بدر

۱۲ جعفر مدینے کے راستے میں مکہ سے تین یا چار منزل ہے اور غدیر خم سے دو میل اور ساحلِ بحر

سے قریباً تین منزل ہے۔ (معجم البلدان لیا قوت الحموی)

عرب کے اطراف میں ہماری عظمت و شوکت کا آوازہ پھیل جاتے گا اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس ابو جہل کی رائے پر عمل کیا گیا۔ مخضہ ہی میں انفس بن شریک التثقی نے اپنے حلیف بنو زہرہ کو جو ایک سوار بقول بعض تین سو مرد تھے۔ مشورہ دیا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ اس طرح بنو عدی بن کعب جو قریش کے ساتھ آتے تھے۔ ثنیۃ لغت سے واپس چلے گئے اور واپسی میں ابوسفیان اُن سے ملا اور کہنے لگا اے بنو عدی! تم کو لوٹ لوٹ آتے لڑائی العیر ولا فی التفسیر (نہ قافلے میں اور نہ قریش میں) وہ بولے کہ تو نے ہی تو قریش کو لوٹ جانے کا پیغام بھیجا تھا۔ غرض بنو زہرہ اور بنو عدی کے سوا تمام قریش کے قبائل لڑائی میں شامل تھے۔

لے کا ل لاین الاشرار غزوہ بدر بدر تو ہم عرب میں سے ایک تو ہم بھی تھا جہاں ہر سال ایک دفعہ میل لگا کرتا تھا۔ بدر اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید (منزل) کا فاصلہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار فرمایا تھا وہ روماء میں سے تھا۔ روماء اور مدینہ کے درمیان چار دن کا راستہ ہے۔ پھر روماء سے منصرف ایک برید۔ پھر ذات اجڈال ایک برید۔ پھر معاملات ایک برید۔ پھر ایش ایک برید اور ایش سے بدر دو میل۔ (طبقات ابن سعد) ۳۔ قرآن کریم کی آیت ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيُقَاتَلُوا وَهُمْ يُبْغُونَ وَيَصْطَلِحُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَكْمُلُونَ خَبِيرٌ (انفال ع ۳) ترجمہ اور مت ہو جیسے وہ لوگ نکلتے اپنے گھروں سے لڑتے اور لوگوں کو دکھاتے اور دیکھتے اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کرتے ہیں۔ انتہی

۴۔ اس کا اصلی نام ابی تھا، مگر جب بنو زہرہ کو لوٹ لیا گیا تو کہا گیا انفس ہم ادہ ان کو واپس لے گیا، لہذا اس کو انفس کہنے لگے۔ (طبقات ابن سعد) اس کے اسلام میں اختلاف ہے، دیکھو اصابع فی تمییز الصحابہ ۳۔ طبقات ابن سعد، مگر ضرب الامثال للہدانی میں ہے کہ ابوسفیان کا یہ خطاب بنو زہرہ سے تھا۔ اور اسی میں لکھا ہے کہ یہ شل سب سے پہلے ابوسفیان کی زبان سے نکلی تھی۔ بقول صہمی اسے ایسے مقام پر بولا جاتا ہے، جہاں کسی شخص کی قدر کی تحقیر و تصغیر منظور ہو۔ ۱۳

مقام صفر کے قریب وادی ذفران میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل دو جہاتوں میں سے ایک کا وعدہ لائے۔ پس آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ غیر (قافلہ) یا نفیر (گروہ قریش) مسلمان چونکہ محض قافلے کے قصد سے نکلے تھے اور تعداد بھی کم تھی اور سامان جنگ بھی ناکافی تھا، اس لیے ایک فریق لڑائی سے چھپکا تھا۔ بعضے بولے غیر۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناخوش ہوئے۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور خوب کہا۔ پھر حضرت عمر نے تقریر کی اور اچھی کی۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو کھڑے ہوئے اور بولے: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بتایا ہے، وہ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم ہم نہیں کہتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا، فاذهب انت و دیک فقاتلنا بلکہ ہم آپ کے داتیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوئے اور حضرت مقداد کے حق میں دُعاے خیر فرمائی۔ مجھے مشورہ دو۔ آپ نے انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ انصار کی طرف اشارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بیعت عقبہ کے وقت کہا تھا، "یا رسول اللہ ہم آپ کے زمام یعنی عہد سے بری ہیں، یہاں تک کہ آپ ہمارے دیار میں

لے سیرت ابن ہشام ۱۲۔ لے صحیح بخاری، غزوہ بدر۔ باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغيثون ربکم الایہ سیرت ابن ہشام میں یہ بھی حضرت مقداد کی تقریر ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ ہر گز انفرادی قصد کریں گے تو ہم تلوار چلاتیں گے، یہاں تک کہ آپ دہل پہنچ جائیں۔ بعض روایتوں میں یہی الفاظ حضرت سعد کی طرف منسوب ہیں لیکن یہ دونوں نے ایسا ہی کہا جو جیسا کہ ابن الدینہ کا قول ہے رحمہم اللہ ان لیا قوت الحموی، برک النعمان مکہ مشرفہ سے پانچ دن کی راہ اقصائے یمن میں حبشہ کے مقابل ایک شہر ہے۔

۴۔ فاذهب انت و دیک فقاتلنا انا طہمنا قاعدون (مائتہ ع ۴)

ترجمہ، سو تو جا اور تیرا رب دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

لے سیرت ابن ہشام، غزوہ بدر

پہنچ جائیں۔ جب آپ ہمارے دیار میں پہنچیں گے۔ تو ہمارے امان و عہد میں ہوں گے اور ہم آپ کی حمایت کریں گے۔ ہر ایسے امر سے کہ اس سے ہم اپنی اولاد اور عورتوں کی حمایت کرتے ہیں۔ چونکہ اس عبارت سے ایک طرح کا وہم ہوتا تھا کہ انصار پر صرف مدینے ہی میں حضور کی حمایت واجب تھی، لہذا آپ نے اس مقام پر محض ان کے حال کے استکشاف و استمراج کے لیے ایسا کیا۔ انصار نے جب حضور کا ارشاد سنا تو حضرت سعد بن معاذ نے جو اکابر انصار میں سے تھے یوں جواب دیا: ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور شاہد ہیں اس امر پر کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس تصدیق پر ہم نے آپ کو اپنی اطاعت کے عہد و مواثیق دیتے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ جہاں چاہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ ہیں، اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں اور اس میں کود پڑیں، تو بے شک ہم بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں یہ ناگوار نہیں کہ کل کو آپ ہمیں ساتھ لے کر دشمن کا مقابلہ کریں ہم لڑائی میں شاکر صابر اور دشمن کے مقابلے کے وقت صادق ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ مقابلے میں ہمارے ہاتھ سے آپ کو وہ دکھائے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ لہذا آپ ہم کو اللہ تعالیٰ کی برکت سے لے چلیں۔“ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد کے اس قول سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی برکت سے چلو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں (قافلہ اور فوج قریش) میں سے ایک کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

لے سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر۔ لے قرآن کریم میں ہے واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہما لکم وتودون ان غیر ذلک الشوكة تكون لکم ویوید اللہ ان یمحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکفرین (انفال - ۱۷)

ترجمہ: اور جب وعدہ کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ ایک کا دو ہاتھوں میں سے کہ تمہارے واسطے ہے

بقتلہ ماشیہ ص ۱۷

اللہ تعالیٰ کی قسم گویا میں قریش کی موت کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔“

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھنڈے تیار کیے۔ سب سے بڑا جھنڈا مہاجرین کا تھا جو حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن المذکر کے پاس تھا اور قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ نے اٹھایا ہوا تھا۔ مشرکین کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے۔ ایک ابو عزیٰز بن عمر دوسرا نضر بن حارث اور تیسرا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذفران سے روانہ ہو کر بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان جمعہ کی رات کو بدر میں قریب کے میدان میں اترے اور قریش دوسری طرف اترے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو مشرکین کا حال دریافت کرنے کے لیے بدر میں بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلام پکڑ لائے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے ان غلاموں سے پوچھا کیا تم ابوسفیان کے ساتھی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو قریش کے سقے ہیں۔ قریش نے ہمیں پانی پلانے کے لیے بھیجا (بقتلہ ماشیہ ص ۱۷) اور تم دوست رکھتے ہو یہ کہ بے شک واللہ ابی ہو تمہارے لیے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سچا کرے سچ کو اپنے غلاموں سے اذکائے بھیجا کافروں کا۔ انتہی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ کاروان اور لشکر قریش میں سے ایک کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اب قافلہ تو ہاتھ سے جاتا رہا، لہذا قریش گرفتار ہوں گے لے قرآن کریم میں ہے: اذا انتقم بالعدوة الدنيا وھم بالعدوة القصوى والوکب اسفل منکم (انفال - ۵) ترجمہ: جس وقت تم سقے درے کے ناکے پر اور وہ پرے کے ناکے پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تم سے۔ انتہی یعنی مسلمان قریب کے میدان میں مدینہ کی طرف کو اترے اور کفار پرے کے ناکے پر مکہ کی طرف اترے اور قافلہ مسلمانوں سے نیچے کی طرف ساحل سمندر کے قریب تھا۔ لے سیرت ابن ہشام، مگر صحیح مسلم میں ایک غلام کا ذکر ہے۔

بظاہر حدیث مسلم کے راوی نے ایک ہی کے ذکر پر اقتصار کیا ہے۔ واللہ اعلم! ۱۷

ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں مارا۔ جب وہ درد سے بے چین ہوئے تو کہنے لگے کہم اومنین کے ساتھی ہیں۔ اتنے میں حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا، ”جب یتیم سے بچ بولے تم نے ان کو مارا اور جب یتیم سے جھوٹ بولے تو ان کو چھوڑ دیا اللہ کی قسم انہوں نے سچ کہا وہ قریش کے ساتھی ہیں۔“

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان غلاموں سے قریش کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا، اللہ کی قسم یہ تودہ ریگ جو نظر آ رہا ہے، اس کے پیچھے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ قریش تعداد میں کتنے ہیں۔ وہ بولے کہ ہمیں معلوم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن دس اور ایک دن نوہ آپ نے فرمایا کہ وہ سہارا اور نوسو کے درمیان ہیں (واقع میں وہ ساڑھے نوسو تھے اور ان کے پاس سو گھوڑے تھے) پھر آپ نے پوچھا کہ سردارانِ قریش میں سے کون کون آتے ہیں؟ وہ بولے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن غیلہ، حارث بن عامر بن نوفل، طعیم بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ و منبہ پسرانِ حجاج، مہل بن عمرو، عمرو بن عبدود۔ یہ سب کون حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا، لو کہنے لپٹے بگر پائے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں۔ پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلدی کوچ کر کے کنوئیں کی طرف آئے اور جو کنواں بدر کے سب سے قریب تھا، اس پر اترے۔ حضرت حباب بن منذر نے عرض کی یا رسول اللہ جہاں آپ ہیں وہ اچھی جگہ نہیں۔ آپ ہمیں اس کنوئیں پر سے چلیں جو قریش کے سب سے نزدیک ہو۔ میں بد اور اس کے کنوؤں سے واقف ہوں۔ وہاں ایک سیٹھی پانی کا کنواں ہے جس کا پانی ختم نہیں ہوتا ہم اس پر ایک حوض بنالیں گے، اس میں سے پانی پئیں گے اور جنگ کریں گے اور باقی کنوؤں کو بند کر دیں گے تاکہ کفار کو پانی نہ ملے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت حباب کی راتے درست ہے۔ علاوہ انہیں جہاں مسلمان آئے

ہوئے تھے۔ وہ نرم ریتی زمین تھی جس میں آدمیوں کے پاؤں اور چار پاؤں کے کھراؤ رہتے دھستے تھے اور جہاں کفار ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے وہاں کنوئیں کھود لیے تھے اور پانی جمع کر لیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بعض کو غسل جنابت اور بعض کو وضو کی حاجت تھی اور بعض پیاسے تھے اور پانی نہ ملتا تھا۔ پس شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم حق پر ہیں اور پیغمبر ہمارے درمیان ہیں اور ہم اللہ کے پیارے ہیں، حالانکہ مشرکین پانی پر قابض ہیں اور تم جنب اور محدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھتے ہو اور پھر تمہیں کس طرح امید ہو سکتی ہے کہ تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں پر نیند طاری کر دی جس سے ان کا رنج و تعب دور ہو گیا اور وہینہ برسا دیا جس سے انہوں نے پیا، غسل کیا، اپنے چار پاؤں کو پلایا اور مشکیں بھر لیں اور ریت سخت ہو گئی جس پر چلنا آسان ہو گیا اور کفار کی کیچڑ ہو گئی جس پر چلنا دشوار ہو گیا۔ اس طرح وسوسہ شیطان جاتا رہا اور اطمینان ہو گیا۔ غرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب وہاں سے چل کر آب بدر پہنچ گئے اور قریش کے سب سے قریب کنوئیں پر اترے اور اس پر حوض بنا کر پانی سے بھر لیا اور دوسرے کنوؤں کو بند کر دیا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے میدان میں اونچی جگہ پر ایک عریض (کھجوروں کا شاخوں کا سا تان) بنایا گیا اور حضرت بذات شریف معرکہ کی جگہ پر تشریف لے گئے اور دست مبارک کے اشارے سے فرماتے کہ یہ فلاں کافر کے مارے جانے

لہ قرآن کریم میں ہے، اذ یُنشِیکم النعاس امنۃ وینزل علیکم من السماء ماءً لیطہرکم بہ ویذهب عنکم رجس الشیطن ولبیط علی قلوبکم ویشب بہ الاقدام انعالاً، ترجمہ: اور جس وقت ڈال دی تم پر اونچھ اپنی طرف سے سکین کو اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کرے اور دُور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور حکم کر دے تمہارے دلوں پر اور ثابت کرے اس کے سبب تمہارے قدم۔ انتہی ۱۶

کی جگہ ہے اور یہ فلاں کا فر کے قتل ہونے کی جگہ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لڑائی میں ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اُن میں سے کسی نے بھی اشارے کی جگہ سے سہمہ متجاوز نہ کیا۔ یہ سب کچھ جمعہ کی رات بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک کو واقع ہوا۔ کفار کیچڑ کے سبب اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضرت مع صدیق اکبر عریش میں داخل ہوئے۔ یار غار یہاں بھی عریش کے اندر پہنچے آقاؐ نے نامہ دار کی حفاظت کے لیے شمشیر برہنہ علم کیے ہوئے تھا اور دروازے پر حضرت سعد بن معاذ تلوار اڑے لٹکائے پہرا دے رہے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رات بیدار اور مصروف دعا رہے۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو نماز کے لیے آواز دی اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر دعوٰی فرمایا۔ پھر آپ صاف آرائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی جس سے کسی کو آپ اشارہ فرماتے تھے کہ آگے ہو جاؤ اور کسی سے ارشاد فرمانے تھے کہ پیچھے ہو جاؤ؛ چنانچہ حضرت سواد بن غزیہ انصاری جو صف سے آگے بڑھ گئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ لکڑی ان کے پیٹ پر ماری اور منہ پایا، استقویا سواد (اے سواد برابر ہو جاؤ) حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے، حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں۔ یہ سن کر حضور نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا اپنا قصاص لے لو۔ اس پر حضرت سواد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گئے پیٹ گئے اور آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور نے پوچھا اے سواد تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ موت حاضر ہے۔ میں نے

لے صواعق محرقہ لابن حجر المکی بحوالہ مسند بزار ص ۱۰

لے منتخب کنز العمال بروایت ابن عساکر جیسا کہ آگے آئے

لے سیرت ابن ہشام - غزوہ بدر ۱۲

چاہا کہ آخر عمر میں میرا بدن آپ کے جسم اطہر سے مس کر جائے۔ اسی اشارہ میں مشرکین بھی نمودار ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کثیر تعداد دیکھ کر یوں دعا کی

”یا اللہ یہ قریش فخر و تکبر کرتے آپہنچے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تیرے ساتھ جنگ کریں، اور تیرے رسول کو جھٹلائیں۔ اے خدا میں اس نصرت کا منتظر ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے“

جب ہر دو فریق صف آرائی کر چکے تو قریش نے عمیر بن دہب جمحی کو لشکر اسلام کی تعداد معلوم کرنے بھیجا۔ وہ لشکر اسلام میں آیا اور دیکھ بھال کے بعد واپس جا کر کہنے لگا، ”مسلمان کم و بیش تین سو ہیں اور ان کے ساتھ سترادنت اور دو گھوڑے ہیں۔ اے گروہ قریش! میں نے دیکھا کہ ان کے اونٹوں کے پالان موتوں کو اٹھاتے ہوئے ہیں۔ یثرب کے آب کش اونٹ زہر قاتل سے لدے ہوئے ہیں۔ ان کو اپنی تلواروں کے سوا اور کوئی پناہ نہیں۔ وہ گونگے ہیں کلام نہیں کر سکتے اور سانپوں کی طرح زبائیں منہ سے نکالتے ہیں۔ اللہ کی قسم میری رائے میں ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں ہو سکتا، تا وقتیکہ تم میں سے اپنی تعداد کے برابر قتل نہ کر لے۔ پس جب تم میں سے اپنی تعداد کے برابر قتل کر دیں گے، تو اس کے بعد تمہارا جینا کیسا ہوگا؟ اس لیے تم آپس میں مشورہ کر لو۔“

جب حکیم بن حزام نے یہ سنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اس سے کہا اے ابوالولید تو قریش کا سردار ہے کیا تو چاہتا ہے کہ آخر زمانے تک دنیا میں تیرا ذکر پھیر رہے۔ وہ بولا پھر میں کیا کروں؟ حکیم بن حزام نے کہا لوگوں کو واپس لے جا اور اپنے حلیف عمرو بن حضری کا خون بہا ادا کر دے۔“ عتبہ نے کہا بے شک وہ میرا حلیف تھا۔ اس کا خون بہا اور اس کا جو مال نقصان ہوا وہ سب میرے ذمہ ہے۔

تو ان الخنظلیہ ابوجہل کے پاس جا، کیونکہ وہی ہے جس کی طرف سے مجھے انڈیشہ ہے کہ لوگوں میں لڑائی کرادے۔ پھر عقبہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی :

اے گروہ قریش! تمہیں محمد اور اس کے اصحاب سے لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کی قسم اگر تم محمد کو قتل کر دو گے تو تم میں سے ہر ایک کو ان میں اپنے چچیرے بھائی کے قاتل یا ماموں زاد بھائی کے قاتل یا اپنے خاندان کے کسی شخص کے قاتل کا منہ ہر وقت دیکھنا پڑے گا، اس لیے لوٹ چلو۔ اور محمد اور باقی عرب کو خود آپس میں سمجھ لینے دو۔

حکیم مذکور کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل نے زرہ دان میں سے اپنی زرہ نکالی ہوئی ہے اور اسے نیتون کے تیل کی چیشک مل رہا ہے۔ میں نے کہا، اے ابوالحکم عقبہ نے مجھے ایسا ایسا کہہ کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ابوجہل نے کہا، ”خدا کی قسم! محمد اور اس کے اصحاب کو دیکھ کر اس کا سینہ پھول گیا ہے (یعنی بزدل ہو گیا ہے) خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عقبہ بزدل تو نہیں ہے، مگر اس نے دیکھا کہ محمد اور اس کے چند اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں اور ان میں اس کا بیٹا ابوجذیفہ ہے۔ اس کے بالے میں وہ تم سے ڈر گیا ہے۔“

پھر ابوجہل نے عامر بن حفصہ کو کہلا بھیجا کہ تیرا حلیف عقبہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو ہٹا کر لے جائے اور تو چاہتا ہے کہ قصاص لیا جائے، اس لیے اٹھ اور اپنے بھائی کا قصاص اور عہد پیمان یاد دلا۔ اس پر عامر مذکور اٹھا اور اپنے چوتھے لڑکے کے چلایا، واعصوا واعصوا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کی رائے بدل گئی۔ جب عقبہ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے اس کی نسبت یہ الفاظ (اللہ کی قسم اس کا سینہ پھول گیا ہے) کہے ہیں تو وہ حلقہ دبزدی دیکھتے ہوئے جلدی جان

لہ طلبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر ۱۲

لہ ابوجہل بنین کے حلقہ دبزدی کا داغ تھا، جسے وہ زعفران لگا کر زرد کر دیا تھا۔ سیرت ابن ہشام

لے گا کہ کس کا سینہ پھول گیا ہے میرا یا اس کا۔ یہ کہہ کر عقبہ نے اپنے سر کے لیے خود طلب کی، مگر اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی کہ تمام لشکر میں ایسی خود نہ ملی جو اس کے سر پر ٹھیک آجائے۔ اس لیے اس نے چادر سے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ اس طرح قریش آمادہ جنگ ہو گئے۔ عقبہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ جنگ کرو، اس لیے وہ سو سوار لے کر حملہ آور ہوا۔ مسلمان اپنی صف پر قائم رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی نہ کرنا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نیند طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ قریش ہم پر آپڑے ہیں۔ حضور بیدار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خواب میں قریش تھوڑے دکھائے۔ اگر بہت دکھاتا تو مسلمان کثیر تعداد کا نام سن کر ڈر جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھنے کے میدان جنگ میں انتقام حرب سے پہلے مسلمانوں کو کفار تھوڑے دکھائے تاکہ وہ جنگ پر اقدام کریں اور کفار کو مسلمان تھوڑے دکھاتے جس سے انہوں نے لڑنے میں بہت کوشش نہ کی۔ مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے لڑائی کے لیے نکلا وہ حضرت

لہ درمنثور للسیوطی بحوالہ دلائل بیہقی۔ ج ۳، ثالث ص ۱۹۱

لہ قرآن کریم میں ہے، اذ یوکیہم اللہ فی منامک قلیلاً ولوا دیکہم کثیراً الفشلتم ولتذا عقم فی الامور ولكن اللہ سلّم انہ علیہم بذات الصدور۔ (الانفال ع ۱۵) ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھایا خواب میں تمہارے تھوڑے۔ اگر وہ تجھ کو بہت دکھاتا تو تم لوگ نادمی کرتے اور جھگڑا ڈالنے کا کام میں، لیکن اللہ نے بچایا اس کو معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں۔ انتہی ۱۱

لہ قرآن کریم میں ہے، واذ یوکیہم اذ التقیتم فی اعدیکم قلیلاً ویقللکم فی اعدیکم یمفضی اللہ امراً کان مفعولاً والی اللہ ترجیح الامور (الانفال ع ۱۶) ترجمہ: اور جب تم کو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو

تھوڑا دکھایا ان کی آنکھوں میں تاکہ اے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچے ہر کام کی۔ انتہی

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد کردہ غلام حضرت جمیع نام تھا جسے عامر بن حضرمی نے تیرے شہید کر دیا۔ وہ مسلمانوں میں پہلا شہید تھا۔ پھر انصار میں سے حضرت عمار بن سراقہ شہید ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ترغیب دی اور فرمایا: "بہشت کی طرف اٹھو جس کا عرض آسمان و زمین میں ہے۔" یہ سن کر حضرت عمیر بن عامر انصاری بولے: "یا رسول اللہ بہشت جس کا عرض آسمان و زمین ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں" تب حضرت عمیر نے کہا: "واہ وا" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے واہ وا کیوں کہا؟ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! فقط اس توقع پر کہ میں بھی اہل بہشت میں سے ہو جاؤں۔" تب آپ نے فرمایا: "تو بے شک اہل بہشت میں سے ہے۔"

اس پر حضرت عمیر نے اپنے ترکش سے چھوہارے نکال کر کھانے شروع کیے پھر کہنے لگے: "اگر میں زندہ رہوں، یہاں تک کہ یہ چھوہارے کھا لوں تو البتہ یہ لمبی زندگی ہے۔" یہ کہہ کر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوہارے پاس تھے، پھینک دیئے۔ پھر جہاد کیا، یہاں تک شہید ہو گئے۔ دوسری جانب صفِ اعدا سے اسود بن عبدالاسد مخزومی جو بدخلق تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا: میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے حوض میں سے پانی بہاؤں گا یا اسے ویران کر دوں گا یا اس سے درے مرجاؤں گا۔" ادھر سے حمزہ بن عبدالمطلب نکلے۔ اسود حوض تک پہنچنے نہ پایا کہ حضرت حمزہ نے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ دیا اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ پھر وہ حوض کے قریب پہنچا۔ یہاں تک کہ اس میں گر پڑا کہ اس کی قسم پوری ہو جاتے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور حوض ہی میں اس کا کام تمام کر دیا۔ بعد ازاں شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے، مگر مٹھکین نے چلا کر کہا: اے محمد! ہماری طرف اپنی قوم میں سے ہمارے جوڑے آدمی بھیجے۔"

لہ صیح مسلم، کتاب الجہاد - باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بنی ہاشم! اٹھو اور اس حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے، کیونکہ وہ باطل لائے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں۔"

پس حضرت حمزہ (جن کے سینہ مبارک پر بغیر نشان شتر مرغ کا پر تھا) اور علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی طرف بڑھے اور ان کے سروں پر خود تھے۔ عتبہ نے کہا: تم بولو تاکہ ہم پہچان لیں؟ حضرت حمزہ نے کہا: "میں حمزہ بن عبدالمطلب شیر خدا شیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔" عتبہ بولا: "یہ اچھا جوڑ ہے، میں حلیفوں کا شیر ہوں۔" پھر عتبہ نے پوچھا: یہ آپ کے ساتھ دو کون ہیں؟ حضرت حمزہ نے جواب دیا: "علی اور عبیدہ بن حارث۔" وہ بولا: اچھے جوڑ ہیں۔ پھر اپنے بیٹے سے کہا: "ولید اٹھ! پس حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ جہہ ولید کی طرف بڑھے اور ایک دوسرے پروا کیا، مگر حضرت نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر عتبہ اٹھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ اٹھا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحاب بدر میں سے سب سے بڑے تھے، اس کی طرف بڑھے شیبہ نے تلوار کی دھار حضرت عبیدہ کے پاؤں پر ماری جو پینڈی کے گوشت پر لگی اور اسے کاٹ دیا۔ پس حضرت حمزہ اور حضرت علی، شیبہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عبیدہ نے عرض کی: یا رسول اللہ کیا میں شہید نہیں؟ حضور نے فرمایا: "ہاں!"

لہ ابن سعد نے اس قول کو ثبت کیا ہے، مگر سنن ابوداؤد میں بردایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہے کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید میں مقابلہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا

پھر حضرت عبیدہ نے کہا اگر ابو طالب اس حالت میں مجھے دیکھتا تو مان جاتا کہ میں اس کی نسبت شعر فریل کا زیادہ مستحق ہوں۔ ۵

ونسلمه حتى نصزع حرله ونذهل عن انبائنا والحلائل

ترجمہ: ہم محمد کو حوالہ نہ کریں گے، یہاں تک کہ ان کے گرد لاکھ مرجائیں اور ہم تو محمد کے لیے اپنے بیٹوں اور بی بیوں کو مجبور جاتے ہیں۔ انتہی۔

یہ سب کچھ ہر دو فوج کے اجتماعی حملہ سے پہلے وقوع میں آیا۔ پھر دونوں فوجیں مقابلے کے لیے نزدیک ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید فرمادی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرو۔ اگر دشمن تمہیں آگھیرے تو نیزوں سے اُسے دور رکھو۔ اہل اسلام نے جب جنگ سے چارہ نہ دیکھا، تو اپنی تعداد کی کمی اور دشمن کی کثرت دیکھ کر خدا سے عطا کرنے لگے۔ حضرت بھی مضین درست کرنے کے بعد عریش میں تشریف لے آئے۔ عریش میں بھجریار غار آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اس وقت حضور انور قبلہ رہو کر یوں دست بردار ہوئے: "یا اللہ! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے، اسے پورا کر۔ یا اللہ! تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے، وہ عطا کر۔ یا اللہ! اگر تو مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دے گا، تو رُوئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔"

حضور نے دُعا میں اتنا الحاح کیا کہ چادر شانۂ مبارک سے گری پڑتی تھی۔ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر اٹھا کر شانۂ مبارک پر ڈال دی۔ پھر آپ کا دست مبارک

۱۲۱۔ ان چھ (حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ بن حارث، عتبہ، شیبہ، ولید بن عقبہ) کے بارے میں سورۃ حج کی یہ آیت نازل ہوئی: **هٰذَانِ خَصْمَتَانِ اِتٰمَتَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ اُولٰٓئِكَ سَبَقْنَاكَ فِي الْاٰمَانِ اُولٰٓئِكَ خُتِبَتْ عَلَيْهِمُ الْكِتٰبُ وَلَٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ اَشْقٰتٌ** (مائدہ ۸۱)۔

لَهُ اللَّهُمَّ اخْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي الْمَمَرَاتِ مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَنْ تَهْلِكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الدِّسْلَامِ لَا تُعِيدُ فِي الْأَرْضِ

صحیح مسلم - باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر و اباحة الغنائم

پکڑ لیا اور عرض کی: "یا نبی اللہ اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست آپ کو کثافتی ہے۔ جو اس نے آپ سے وعدہ کیا ہوا ہے، وہ جلد ہی پورا کرے گا۔"

عریش ہی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غنودگی طاری ہوئی، جب بیدار ہوئے تو فرمایا، اے ابوبکر! بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچی۔ حضرت جبریل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آ رہے ہیں اور ان کے دندانِ پیشین پر غبار ہے۔ اور یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: اذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم انا مدمكم باللف من الملئكة مردفين (الفال: ۱۶) پہلے ہزار فرشتے آئے، پھر تین ہزار ہو گئے۔ بعد ازاں بصورتِ صبر و تقویٰ پانچ ہزار ہو گئے۔ شیطان نے جو بصورتِ سرافہ کفار کے ساتھ تھا جب یہ آسمانی مدد دیکھی تو اپنی جان

۱۲

۱۷ ترجمہ: جب تم گئے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہاری
مزار فرشتے آنے والے لگا تار۔ انتہی ۱۳

تہ قرآن کریم میں ہے، اذ نقول للمؤمنین ان یسجدوا لکم ثلاثۃ الاف من
الملئکۃ منزلۃ بلی ان تصبروا و اتقوا یا تو کم من فوجهم هذا یسجدکم و یکفیکم بخمسۃ
الف من الملئکۃ مسووعین۔ (آل عمران ع ۱۳) ترجمہ جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہیں کہ
تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے آسمان سے ارے البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو تم۔ اور وہ
آئیں تم پر اسی دم۔ تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے پہلے ہوئے گھوڑوں پر۔ انتہی - ۱۲

کے ڈر سے بھاگ گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کنکریوں کی مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینک دی۔ کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکریاں پڑی نہ ہوں۔ اب حضور نے حملہ اجتماعی کا حکم دیا۔ گھسان کے معرکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمان اپنے سے دوپہند دکھائے جس سے ان پر رعب طاری ہو گیا۔ قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ فرشتے نظر نہ آتے تھے، مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتا، کہیں بے تلوار سر کٹنا نظر آتا، کہیں آواز آتی۔ اقدام خیزوم۔ آخر کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عریش سے نیچے تلوار علم کیے پر پکارتے ہوئے نکلے، سیٹھمزم الجمع ویوتون الذبیر (فرع)

لہ چنانچہ قرآن کریم میں ہے، فلما تراث الفعن نکص علی عقبیہ وقال انی برئ منکمواتی ادی صلا ترون انی اخاف اللہ لا واللہ شدید العقاب۔ (الانفال - ۶ ع)

ترجمہ: پس جب سامنے دو فوجیں، اٹھ پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولیں تہا رہے ساتھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں ڈرتا ہوں اللہ سے۔ اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔ انتہی۔

لہ اسی کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہے وما دصیت اذ دصیت ولكن اللہ دخی (الانفال ۷) ترجمہ اور تو نے نہیں جھینکی تھی، مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی، لیکن اللہ نے پھینکی۔ انتہی۔

لہ قرآن کریم میں ہے: قد کان لکم ایۃ فی فتنین التقتا فثقتا فقتل فی سبیل اللہ و اخریٰ کا فرقہ یرونہم مثلیہم دای العین ط واللہ یؤتید بنصرہ من یشاء ان فی ذلک لعبرۃ لادلی الالبصار۔ (آل عمران - ۱۶ ع)

ترجمہ: ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں۔ ایک فوج ہے جو لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہے۔ دیکھتے تھے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اسی میں خبردار ہو جائیں جن کو آنکھ ہے۔ انتہی

لہ جیزوم حضرت جبریل کے گھوڑے کا نام ہے، یعنی اسے جیزوم آگے بڑھو۔ ۱۲ حاشیہ بر ص ۱۲

اٹھائے جنگ میں حضرت عکاشہ بن محسن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے۔ حضور انور نے ان کو ایک لکڑی دے دی۔ جب حضرت عکاشہ نے اپنے ہاتھ میں لے کر بلانی تو وہ مفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی جس سے وہ جنگ کرتے رہے۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ حضرت عکاشہ اس کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں ایام الردہ میں شہید ہوئے۔ حضرت رفاعہ بن رافع کا بیان ہے کہ بڑے دن میری آنکھ میں تیر لگا اور وہ چھوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا اور دعا فرمائی پس مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی اور بالکل درست ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا، ”مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے لوگ، بھجرو اکراہ کفار کے ساتھ شامل ہو کر یہاں آئے ہیں جو ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ اگر ان میں سے کوئی مقابل آجائے تو تم اسے قتل نہ کرو۔“

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے۔ از انجملہ ابوالبختری عاص بن ہشام تھا جو مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی طرح کی افریت نہ دیا کرتا تھا۔ ابوالبختری کے ساتھ جنادہ بن علیہ بھی اس کا ردیف تھا۔ مجذہ بن زیاد کی نظر جو ابوالبختری پر پڑی۔ تو کہا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جیسے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے تجھے چھوڑنا ہوں۔ ابوالبختری پہلا امیر سے رفیق کو بھی۔

بقیۃ ترجمہ: ہشام شکست کھائے گی جماعت اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر۔ انتہی۔ اس آیت میں نبوت کا نشان ہے، کیونکہ یکہ مشرفہ میں نازل ہوئی، جس میں پہلے یہ بتا دیا گیا تھا کہ کفار کو ہزیمت ہوگی۔ ۱۱

لہ سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر - ۱۲

لہ زاد المعاد لابن القیم۔ غزوہ بدر - ۱۲

لہ سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر - ۱۲

مجذ نے کہا: اللہ کی قسم ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط تیرے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ ابوالبختری نے کہا، تب اللہ کی قسم میں اور وہ دونوں جان دیں گے۔ میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعن سن نہیں سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب مجذ نے حملہ کیا تو ابوالبختری بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

لَنْ يَسْلَمَ اِنْ حَرَّةَ ذَمِيلَهٗ حَتَّى يَمُوتَ اَوْ يَرَى سَبِيلَهٗ

ترجمہ: تشریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا، جب تک مر نہ جائے یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا اور اس کے ساتھ بیٹا بھی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا تا کہ اسلام چھوڑ دیں۔ مکہ کی گرم ریت پر چڑھ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا کرتا تھا۔ پھر کہتا تھا کہ بتاؤ تمہیں یہ حالت پسند ہے یا ترک اسلام؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں بھی احماد پکارتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی زمانہ میں مکہ میں امیہ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا تو میں اس کی جان کا ضامن ہوں گا۔ عہد کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر حضرت عبدالرحمن نے چاہا کہ وہ میدان جنگ سے بچ کر نکل جائے۔ اس لیے اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر پہاڑ پر چڑھے۔ اتفاق یہ کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا اور انصار کو خبر کر دی۔ لوگ دفعۃً ان پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا لوگوں نے اسے قتل کر دیا، لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور امیہ کی طرف بڑھے۔ امیہ چونکہ جسیم و ثقیل تھا، اس لیے حضرت عبدالرحمن نے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ، وہ لیٹ گیا تو آپ اس پر چھانگے کہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں، مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمن کی ٹانگوں کے اندر

سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں تک قائم رہا۔

جب میدان کا رزار سرد ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور اسے حال میں پایا کہ غرار کے بیٹوں معاذ اور معوذ نے اسے ضرب شمشیر گرایا ہوا تھا اور اس میں ابھی رمتی حیات باقی تھا۔ حضرت ابن مسعود اس لعین کے سینہ پر بیٹھ گئے اور اس کی ناپاک ڈاڑھی کو پکڑ کر کہا کیا تو ابوجہل ہے؟ بتا آج تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا، اس لعین نے جواب دیا، ”رسوا کیا کیا؟“ تمہارا مجھے قتل کرنا اس سے زیادہ نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا۔ کاشش مجھے کسان کے رسوا کوئی اور قتل کرتا۔“

اس جواب میں اس لعین کا صخبہ اور انصار کی تحقیر پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت معاذ اور معوذ انصار میں سے تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے اس لعین کا کام تمام کر دیا اور یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور نے یہ خبر سن کر تین بار اللہ انذی لا الہ الا ہو کا اور چوتھی بار یوں فرمایا: اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر الاحزاب و حده۔ پھر آپ حضرت ابن مسعود کو ساتھ لے کر اس لعین کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور دیکھ کر فرمایا: یہ اس امت کا فرعون ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ سے فارغ ہو کر حضرت زید بن حارثہ کو اس فتح کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ میں بھیجا اور اسی غرض کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ

لہ صحیح بخاری۔ کتاب الوکالۃ ۱۲

تھ اس لعین کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا مجھے قتل کرنا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو اس کی قوم قتل کر دے۔ پس اس میں نہ تمہیں کوئی فخر اور نہ مجھے کوئی عار ہے۔ ۱۲

کو اہل عالمیہ (مدینہ کی بالائی آبادی) کی طرف روانہ کیا۔ جب حضرت زید مدینہ میں پہنچے تو بقیع میں حضرت رقیۃ بنت رسول اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دفن کر رہے تھے۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے چودہ شہید ہوئے جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں :
حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف - حضرت عمیر بن ابی وقاص - حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو بن نضله - حضرت عاقل بن ابی بکر - حضرت بلعج مولیٰ عمر بن الخطاب - حضرت صفوان بن بیضاء - رضی اللہ تعالیٰ عنہم (یہ چھ مہاجرین میں سے ہیں) حضرت سعد بن عقیل - حضرت مبشر بن عبد المذکر - حضرت حارثہ بن سراقہ - حضرت حوث معوذ پسران عذراء - حضرت عمیر بن حمام - حضرت رافع بن معقل - حضرت یزید بن حارث بن فہم (یہ آٹھ انصار میں سے ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مشرکین میں سے ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔ منجملہ مقتولین یہ ہیں : شیبہ بن ربیعہ - عتبہ بن ہبہ - ولید بن عتبہ - عاص بن سعید بن عاص - ابو جہل بن ہشام - ابو البختری - حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب - حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف - طیمہ بن عدی - زمعہ بن اسود بن مطلب - نوفل بن خویلد - عاص بن ہشام بن مغیرہ جو حضرت فاروق اعظم کا مامول تھا۔ امیہ بن خلف - علی بن امیہ بن خلف - منبہ بن حجاج - معبد بن وہب۔

اور منجملہ اسیران یہ ہیں : نوفل بن حارث بن عبد المطلب - عباس بن عبد المطلب - عقیل بن ابی طالب - ابو العاص بن ربیع - عدی بن خیار - ابو عزیز بن عمیر - ولید بن ولید بن مغیرہ - عبد اللہ بن ابی بن خلف - ابو عترہ عمرو بن عبد اللہ الحمجی شاعر - وہب بن عمیر بن وہب الحمجی - ابو دواعہ بن ضبیرہ سہمی - ہیل بن عمرو عامری - آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے مشرکین مقتولین میں سے چوبیس رؤسا کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں جس میں مردار چھینکا کرتے تھے۔ امیہ بن خلف جو زہ میں پھول گیا تھا اس پر جہاں وہ پڑا تھا وہیں مٹی ڈال دی گئی اور باقی لاشوں کو چھینک دیا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب دشمن پر فتح پاتے تو تین دن تک میدان جنگ میں قیام فرماتے، چنانچہ بدر میں بھی تیسرے روز سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا:

”اے فلاں کے فلاں بیٹے، اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے ہو کچھ ہمارے پروردگار نے تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ ہم نے اسے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اسے جو تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا سچ پایا؟ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ان بے رحم جہنوں سے کیا خطاب فرما رہے ہیں؟ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے۔“ پھر جناب رسالت مآب علیہ الاف التحیۃ والصلوٰۃ منظر و منصور اسیران جنگ اور غنائم کے ساتھ مدینہ منورہ کو واپس ہوئے۔ مقام اٹیل میں جو بدر سے دو میل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے نصر بن حارث کو قتل کر ڈالا۔ اسی نصر کی بیٹی قتیلہ نے جو بعد میں اسلام لائی۔ اپنے باپ کا مرثیہ لکھا جس کے اخیر میں یہ شعر ہیں۔

احمد ولد انت صن نجیبة من قومها والفحل فحل مغرق
لے محمد بیشک آپ اس ماں کے بیٹے ہیں جو اپنی قوم میں شریف ہے اور آپ شریف اصل والے مرد ہیں
ماکان ضروک لو مننت وریسا من الفتی وھو المغیظ المحسق
اچکا کچھ دگر تاتھا اگر آپ صان کتے اور بعض وقت جوان احسان کہتا ہے حالانکہ وہ غضبان کہ ازبایت شمناک ہوتا ہے
لے صحیح بخاری۔ کتاب الغازی۔ باب قتل ابی جہل ۱۲۔ تہ اگر سماع موتی کی تحقیق مطلوب ہو تو کتاب البرزخ میں دیکھو تہ۔ بیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ نصر مذکور مقام صفراء میں قتل کیا گیا۔ قتیلہ نے جو مرثیہ لکھا ہے اس کے پہلے شعر سے پایا جاتا ہے کہ نصر مقام اٹیل میں مدفون ہے۔ ۱۲

والنضر اقرب من اسرت قرابة واحقهم ان كان عشق يعتق

اور نضر آپ کے تمام اسیروں میں قرابت میں سب سے قریب تھا اور سب سے زیادہ آزادی کا مستحق تھا۔ اگر ایسی آزادی پائی جائے جس کے ساتھ آزاد کیا جائے

جب یہ اشعار جناب سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے تو حضور ان کو پڑھ کر اتنا ر دے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا کہ اگر یہ شعر نضر کے قتل سے پہلے میرے پاس پہنچ جاتے تو میں ضرور اسے معاف کر دیتا جب

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام صفراء میں پہنچے جو بدر سے ایک منزل ہے۔ تو آپ نے تمام غنیمت مجاہدین میں برابر تقسیم فرمادی۔ اسی مقام پر حضرت عبیدہ بن حارث نے

جن کا پائے مبارک کٹ گیا تھا وفات پائی۔ یہاں سے روانہ ہو کر جب عرق الطبیہ میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے عقبہ بن معیط قتل کر دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں اس

فتح کی اتنی خوشی منائی گئی کہ لوگوں نے مبارک باد کہنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام روماء میں استقبال کیا۔ اسیران جنگ جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ایک دن بعد مدینہ منورہ میں پہنچے۔ آپ نے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا اور تاکید فرمادی تھی کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ چنانچہ ابو عزیہ بن عمیر کا بیان ہے کہ جب مجھے

بدر سے لائے۔ تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ وہ صبح یا شام کا کھانا لاتے، تو روٹی مجھے دے دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ ان میں سے جس کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آتا وہ

میرے آگے رکھ دیتا۔ مجھے شرم آتی، میں اسے واپس کرتا، مگر وہ مجھی کو واپس دے دیتا اور

لہ استیعاب لابن عبد البر۔ ترجمہ قتیلہ بنت نضر

لہ غنیمت کے بارے میں مجاہدین میں جھگڑا ہوا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے قل الانفال للہ والرسول لایا، نازل فرمائی اور تقسیم کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کیا۔ پس حضور بانی ہودامی

نے برابر تقسیم فرمائی۔ ۱۲

ہاتھ نہ لگاتا۔

جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے، ان کو کپڑے بھی دلوائے گئے۔ حضرت عباس چونکہ دراز قد تھے۔ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہ اترتا تھا۔ عبداللہ بن ابی رہس النافقین نے جو حضرت عباس کا ہم قدم تھا اپنا کرتہ منگو کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ مذکور کے کفن کے لیے جو اپنا کرتہ عنایت فرمایا تھا وہ اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور آپ کا قبیلہ ہیں، انہیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق دے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری تودہ رلے نہیں جو ابو بکر کی ہے، بلکہ میری رلے تو یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ تم ان کو قتل کر ڈالیں۔ مثلاً عقیل کو حضرت علی کے حوالہ کر دیں اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں۔ حضور انور بانی ہودامی نے حضرت صدیق اکبر کی رلے پر عمل فرمایا۔

لہ سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر لہ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ہل یخرج الیت من القبر والحدیث ۱۲ لہ صحیح مسلم۔ باب الامداد بالمالکۃ فی غزوہ بدر و اباحتہ الغنائم ۱۲

لہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ما کان لنبی ان یتکون لہ اسوی حق یتخن فی الادویٰ توفیق عارض الدنیا فی واللہ یومد الاخوة واللہ عزیز حکیمہ (الانفال - ۹۵)

ترجمہ نہ تمھارا حق واسطے نبی کے یہ کہ ہوئیں واسطے اس کے بندوں ان یہاں تک کہ خود پری کرے بیچ زمین کے۔ ارادہ کرتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے

آخرت کا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ حسب استطاعت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تھا۔ جن کے پاس مال نہ تھا اور وہ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھا دے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سکھا تھا۔ بعضوں مثلاً ابو عذرہ حمی شاعر کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی چھوڑ دیا۔ ان قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو تھا جو عام مجموعوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں سہیل کے دندان پکھاڑ دوں اور اس کی زبان نکال ڈالوں۔ پھر وہ کسی جگہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے گا" حضور نے فرمایا: "میں اس کا عضو نہیں بگاڑتا، ورنہ خدا تعالیٰ اس کی جزا میں میرے اعضاء بگاڑنے کو میں نبی ہوں۔"

حضرت عباس ان دس رد سائے قریش میں سے تھے جنہوں نے لشکر قریش کی رسد کا سامان اپنے ذمے لیا تھا۔ اس غرض کے لیے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا، چونکہ ان کی نوبت کھانا کھلانے کی نہ آئی۔ اس لیے وہ سونا انہی کے پاس رہا اور غنیمت میں شامل کر لیا گیا۔ حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں حضور نے فرمایا: اللہ کو تیرے اسلام کا خوب علم ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے گا تو اپنے فدیے کے ساتھ عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور اپنے حلیف عمرو بن جحدم کا فدیہ بھی ادا کر۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تو نے اپنی بیوی اتم الفضل کے پاس رکھا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو اتنا فضل کو اور اتنا عبد اللہ کو اتنا عبید اللہ کو ملے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا: قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دیکر

۱۔ طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر ۱۲ ۲۔ سیرت ابن ہشام۔ غزوہ بدر ۱۲

۳۔ کامل ابن اثیر۔ غزوہ بدر ۱۲

بھیجا ہے۔ اس مال کا علم سوا میرے اور اتم الفضل کے کسی کو نہ تھا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔" حضور نے فرمایا: تیرا یہ بیس اوقیہ سونا فدیہ میں شمار نہ ہوگا یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے۔ پس حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر دیا۔

ابو العاص بن ربیع جو اسیران جنگ میں تھا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی بہن ہارہ کے بطن سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے کہنے سے اس کا نکاح اپنی بیٹی حضرت زینب سے کر دیا تھا۔ جب حضور کو منصب رسالت عطا ہوا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی لڑکیاں آپ پر ایمان لائیں۔ مگر ابو العاص شرک پر قائم رہا۔ اسی طرح نبوت سے پہلے حضور انور بانی ہودامی نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح عتیبہ بن ابی لبب سے اور حضرت اتم کلثوم کا نکاح عتیبہ بن ابی لبب سے کر دیا تھا۔ جب آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو قریش نے آپس میں کہا کہ حضرت کی بیٹیاں واپس کر دو اور اس طرح انہیں تکلیف پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ ابو العاص سے بھی کہنے لگے کہ تو زینب کو طلاق دے دے۔ ہم تیرا نکاح قریش کی جس لڑکی سے چاہے کر دیتے ہیں۔ ابو العاص نے انکار کر دیا، مگر ابو لبب کے بیٹوں نے رخصتی سے پیشتر باقی دو صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ پھر حضرت رقیہ اور اتم کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اگرچہ اسلام نے حضرت زینب اور ابو العاص میں تفریق کر دی تھی، مگر مسلمانوں کے ضعف کے باعث عمل درآمد نہ ہو سکا، یہاں تک کہ ہجرت وقوع میں آئی۔ جب قریش جنگ بدر کے لئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِي الْيَدِ يَمِينٌ مِّنَ الْأَمْوَالِ إِن يَشَاءِ اللَّهُ فَيَنْقُلْهَا مِنْ يَدَيْهِمْ إِلَى يَدَيْهِمْ أَوْ يُضْلِفَهَا لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ أَوْلِيَاءِهِمْ فَهُوَ سَعِيدٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ فَإِن يَحْكُمُوا بِآيَاتِنَا فَهُوَ بِاللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الأنفال ۱۰)

ترجمہ: نبی کہہ دیجئے ان کو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی۔ اگر جانے گا اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے بہتر جو تم سے چھین گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ انتہی۔ ۱۔ طبقات ابن سعد۔ ترجمہ زینب و رقیہ و کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن ہشام۔ غزوہ بدر ۱۲

لیے آئے تو ابوالعاص بھی ان کے ساتھ آیا اور گرفتار ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ سے اس کا فدیہ بھیجا جس میں وہ بار بھی تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زینب کو پہنکا کر ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بار کو دیکھا تو آپ پر نہایت رقت طاری ہوئی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ یاد آ گیا۔ آپ کے ارشاد مبارک سے صحابہ کرام نے وہ مال واپس کر دیا اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ جب ابوالعاص مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ جب زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطن یانج میں آجائے تو اسے اپنے ساتھ مدینہ منورہ میں لے آؤ۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر حضرت زینب سے کہا تو آج ہی اپنے ماں باپ کے ہاں مدینہ منورہ میں چلی جا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چپکے چپکے سفر کی تیاری کر لی۔ ابوالعاص کے بھائی کنانہ نے آپ کو اونٹ پر سوار کیا اور کنانہ ترکش کے ساتھ دن کے وقت روانہ ہوا۔ قریش نے یمن کو تعاقب کیا اور ذوطوی میں جا گھیرا۔ کنانہ نے اونٹ بٹھا دیا اور ترکش سے تیر نکال کر کہا: اللہ کی قسم جو بھی میرے پاس آئے گا وہ تیر سے بچ کر نہ جائے گا۔ ابوسفیان بولا: تو زینب کو دن دہاڑے لے کر آیا ہے۔ لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کریں گے۔ ہمیں زینب کے روکنے کی ضرورت نہیں، تو اب اس کو واپس لے چل۔ پھر رات کو لے آنا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کنانہ رات کے وقت حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کر کے لے آیا اور حضرت زید بن حارثہ اور دوسرے ساتھی کے حوالہ کر دی۔ وہ دونوں حضرت زینب کو مدینہ میں لے آئے۔ بعد ازاں مکہ میں ابوالعاص ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو گیا۔ اس کے پاس اپنا اور قریش کا بہت سا مال تھا۔ واپس آتے ہوئے عیص کے نواح میں اسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سریہ ملا جو آپ نے بسر کر رکھی تھی

زید بن حارثہ بھیجا تھا۔ اس سریہ نے ابوالعاص کا تمام مال لے لیا۔ ابوالعاص جھاگ کر رات کو مدینہ منورہ میں آیا اور حضرت زینب کے ہاں پناہ لی۔ صبح کو جب حضور انور بانی ہوا می نماز فجر سے فارغ ہوئے تو حضرت زینب نے پکار کر کہا میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا، مگر مسلمانوں میں سے ایک اور شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔ لہذا ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دولت خانے میں تشریف لے گئے تو حضرت زینب نے آپ سے سفارش کی کہ ابوالعاص کا مال واپس کر دیا جائے۔ آپ نے سفارش کو قبول فرمایا اور حضرت زینب سے ارشاد فرمایا کہ ابوالعاص کی مدارات کر۔ مگر اس کے پاس نہ جانا کیونکہ تو اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ مشرک ہے۔ غرض اہل سریہ نے حضور کے ارشاد سے وہ تمام مال واپس کر دیا۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالہ کر دیا۔ پھر کہا: اے گروہ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی ہے؟ سب نے جواب دیا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ ہم نے تجھے اپنے وعدے کا پورا پایا۔ بعد ازاں مکہ شہادت پڑھ کر کہا:

”اللہ کی قسم! مجھے حضرت کے پاس اسلام لانے سے فقط یہی امر مانع ہوا کہ تم گمان کرتے کہ میں نے صرف تمہارے مال ہضم کر جانے کے لیے ایک حیلہ کیا ہے۔“

پھر ابوالعاص نے محرم ۸ھ میں مدینہ منورہ میں آکر اظہار اسلام کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح سابق سے حضرت زینب ان کے حوالہ کر دی۔

شکست قریش کی خبر مکہ میں سب سے پہلے حیسمن بن ایکس غزاعی لایا۔ قریش اپنے مقتولین پر فوج کرنے لگے۔ پھر بدیں خیال کہ مسلمان ہم پر ہمنیں گے فوج بند کر دیا۔ شکست کی خبر پہنچنے کے روز بعد ابولہب مر گیا۔ اسود بن عبدغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ میدان بدر میں کام آئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ان پر روتے،

مگر ممانعت کے سبب خاموش تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی اور اس کی بینائی جاتی رہی تھی، اس لیے اس نے اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ۔ دریافت کرو کہ اب رونے کی اجازت ہو گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی زمرہ پر نوہ کروں، کیونکہ میرا جگر جل گیا ہے۔ غلام نے آکر کہا، ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے، اس کے لیے رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

ابنکی ان یفضل لہا بعیر
کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے
فلا تبکی علی بکو و لکن
سو وہ جوان اونٹ پر نہ روتے، بلکہ وہ
و بکی ان بکیت علی عقیل
اور اگر روتے تو عقیل پر روتے
و بکنہم ولا تسمی جمیعاً
اور ان سب پر روتے اور نام نہ لے
اور اب حکیمہ (زمرہ) کا کوئی بسم نہیں
جنگ بدر کے بعد ایک روز عمیر بن وہب جی اور صفوان بن امیہ خانہ کعبہ میں طیم
میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر مذکور شیطین قریش میں سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب اسیران جنگ میں تھی۔ ان
دونوں میں یوں گفتگو ہوئی:

عمیر! بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا کیا مصیبتیں
اٹھائیں۔ ظالموں نے کس بے رحمی سے ان کو گڑھے میں پھینک دیا۔
صفوان: اللہ کی قسم ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہ رہا۔

عمیر: اللہ کی قسم تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا
اور اہل و عیال نہ ہوتا جس کے تلف ہو جانے کا مجھے اندیشہ ہے تو میں سوار ہو کر محمد کو قتل
کرتے جاتا کیونکہ اب تو ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔
صفوان: آپ کا قرض میں ادا کرتا ہوں۔ آپ کا عیال میرے عیال کے ساتھ ہے
میں آپ کے بال بچوں کا تکفل ہوں، جب تک وہ زندہ ہیں۔

عمیر: بس میرے اور آپ کے درمیان۔
صفوان: بسمِ چشم (عمیر کی روانگی کے بعد لوگوں سے، تم شاد رہو کہ چند روز میں تمہارے
پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی جس سے تم جنگ بدر کی سب مصیبتیں بھول جاؤ گے۔
عمیر زہر میں بھیجی ہوئی تیز تلوار لے کر مدینہ منورہ میں آیا۔ اس وقت حضرت عمر فاروق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر اور اس میں مسلمانوں
پر خدا تعالیٰ کی عنایات کا ذکر فرما رہے تھے۔ عمیر نے تلوار اڑے لٹکاتے ہوئے اپنی اونٹنی
کو مسجد کے دروازے میں بٹھا دیا۔

عمر فاروق (دیکھ کر) یہ دشمن خدا عمیر کسی شرارت کے لیے آیا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، (عمیر کی آمد سے مطلع ہو کر) اسے میرے پاس لاؤ۔
(حضرت عمر فاروق عمیر کو دوال شمشیر سے جو اس کی گردن میں تھا، پکڑ کر لاتے ہیں)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عمر! اسے چھوڑ دو (عمیر سے) آگے آؤ۔
عمیر: آپ کی صبح بخیر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عمیر! تو نے جاہلیت کا تختہ کیا، مگر اللہ عزوجل نے
ہمیں تیرے تختہ سے بہتر تختہ عطا فرمایا ہے، اور وہ سلام ہے جو اہل بہشت کا تختہ ہے۔
عمیر: یا محمد! اللہ کی قسم یہ تختہ آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عمیر! کیونکر آنا ہوا؟

عمیرہ: اپنے بیٹے کے لیے جو اسیران جنگ میں آپ کے پاس ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: پھر گئے میں تلوار اڑے کیوں لٹکاتی ہے؟
 عمیرہ: خدا ان تلواروں کا بڑا کرے، انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ نہ دیا۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سچ بتاؤ کس لیے آئے ہو؟
 عمیرہ: فقط اپنے بیٹے کے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: نہیں بلکہ تو اور صفوان دونوں حطیم میں بیٹھے ہوئے
 تھے۔ تو نے مقتولین بدر کا ذکر کیا جو گڑھے میں پھینکے گئے۔ پھر تو نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض اور
 عیال میرے ہاں نہ ہوتا تو محمد کو قتل کرنے نکلتا۔ یہ سن کر صفوان نے تیرا قرض اور عیال
 اپنے ذمے لیا۔ بدیں غرض کہ تو مجھے قتل کر دے، مگر اللہ تعالیٰ تیرے اور اس عرض
 کے درمیان حامل ہے۔

عمیرہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ تم اس آسمانی
 وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی ہے جھٹکنا یا کرتے تھے۔ آپ نے جو بات بتلائی وہ میرے اور
 صفوان کے سوا کسی کے علم میں نہ تھی۔ اللہ کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے
 سوا آپ کو کسی نے نہیں بتائی۔ پس حمد ہے اللہ کی جس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا کی۔
 اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: (اپنے اصحاب سے) تم اپنے بھائی عمیرہ کو مسابلیٰ مہینے
 سکھاؤ اور قرآن کریم پڑھاؤ اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو۔

عمیرہ: یا رسول اللہ میں فوراً اٹھ کر بھانے کی اجازت میں سامی رہا ہوں۔
 اب چاہتا ہوں کہ حضور مجھے اجازت دیں کہ مکہ جا کر لوگوں کو دعوت اسلام دوں۔ شاید اللہ تعالیٰ
 انہیں ہدایت دے۔ ورنہ میں ان کو اذیت دوں گا جیسا کہ مسلمانوں کو دیا کرتا تھا۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اجازت ہے۔

صفوان: (ایک شترسوار سے عمیرہ کے اسلام لانے کی خبر سن کر) خدا کی قسم میں عمیرہ سے
 کبھی کلام نہ کروں گا اور نہ اسے کوئی فائدہ پہنچاؤں گا۔

حضرت عمیرہ نصحت ہو کر مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ میں آ رہے۔ یہاں آپ لوگوں کو دعوت
 اسلام دیا کرتے اور مخالفین کو اذیت پہنچایا کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر بہت لوگ مشرفہ اسلام ہوئے
 یوم بدر واقع میں یوم فرقان تھا کہ کفر و اسلام میں فرق ظاہر ہو گیا اور اللہ عز و جل
 نے مسلمانوں کو منعف کے بعد تقویت دی، چنانچہ اس نعمت کو یوں یاد دلایا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ وَذَلَّ عُثْمَانُ ۖ ذَلَّ مِنْكُمْ دِينُ اللَّهِ ۚ اس دن سے اسلام
 کا سکہ کفار کے دل پر بیٹھ گیا اور اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگ ایمان لائے۔ اہل بدر کے
 فضائل میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق
 میں فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر سے واقف ہے کیونکہ اس نے فرمادیا تم عمل کرو جو چاہو
 البتہ تمہارے واسطے جنت ثابت ہو چکی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔ آخرت میں مغفور
 ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی بدری ہونا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا، بلکہ وہ ہتھیار بھی جن
 سے بدر میں کام لیا گیا تبرک خیال کیے جاتے تھے، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو
 بر بھی عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی۔ وہ یادگار رہی۔ بدیں طور کہ حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں غلیفوں کے پاس منتقل
 ہوتی رہی۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی یہاں تک کہ ۳ھ میں حجاج نے ان کو
 شہید کر دیا۔ اہل بدر کے توسل سے جو دعائیں مانگی جاتے، وہ بفضل الہی مستجاب ہوتی ہے جیسا کہ
 مشائخ کا تجربہ ہے۔

لے ترجمہ: اور تمہاری مدد کر چکا ہے، اللہ تعالیٰ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔ انتہی ۱۲۔
 لے لعل اللہ اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة او
 فقد غفرت لكم۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، فضل من شہد بدر، تہ صحیح بخاری، باب شہود الائمة بدر ۱۲۔

اندلس کے مشہور سیاح محمد جبیر دمتونیؒ ۲۷ شعبان ۸۷۴ھ نے بدر کے حال میں یوں لکھا ہے:
 اس موضع میں فرما کے بہت باغ ہیں اور آب رواں کا ایک چشمہ ہے۔ موضع قلعہ بند ٹیلے پر ہے
 اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعہ زمین نشیب میں ہے جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی۔
 اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور اہل شرک کو ذلت دی۔ آج کل اس زمین میں فرما کا باغ ہے
 اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل رحمت ہے۔
 لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔ اس پہاڑ کے سامنے جبل الطبول ہے۔ اس کی قطع
 ریت کے ٹیلے کی سی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارے کی صدا آتی ہے۔
 اس لیے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ بھی ایک
 کرامت باقی ہے۔ اس بستی کے عرب باشندے نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں سے نقاروں
 کی آواز سنی اور ہر جمعرات اور دو شنبہ کو یہ آواز آیا کرتی ہے۔ اس پہاڑ کی سطح کے قریب آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے اور اس کے سامنے میدان جنگ ہے۔
 اللهم اني اسئلك بحبيبتك سيدتنا و مولانا المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و باہل بد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تبغضنی فی الدارين اقصیٰ مراحمی و تغفر لی و لوالدی
 و المشائخی و لاحبابی و لساائر المؤمنین و المؤمنات و ان تؤید الاسلام و المسلمین۔
 غزوہ بدر کے مختصر بیان کے بعد یہاں ایک خاص بحث پیش آگئی ہے جسے دیدہ و دانستہ
 پس انداز کرنا مناسب نہیں اور وہ یہ ہے کہ آیا مدینہ سے مسلمان قافلہ ابوسفیان سے تعرض کرنے کے
 لیے نکلے تھے یا فوج قریش سے مقابلہ کے لیے؟ اس بحث میں مولوی شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں
 سب سے زالا پہلو اختیار کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس بارے میں اب تک تمام مؤرخین و
 ارباب سیر بلکہ تمام علمائے اسلام نے غلطی کھائی ہے لہذا ذیل میں احقاق حق کے لیے مولوی صاحب
 کی عبارت بلفظ نقل کر کے اس کا جواب باصواب دیا جاتا ہے واللہ ہواہادی الی الصواب۔

قال اشبلی النعمانی

غزوۃ بدر پر دوبارہ نظر

سادہ واقعات بیان کرنے کے بعد اب وقت آیا ہے کہ محققانہ طور سے اس بات
 پر بحث کی جائے کہ غزوہ بدر کا مقصد جیسا کہ عام مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ کاروان
 تجارت کو لوٹنا تھا یا قریش کے حملہ کا دفاع تھا۔
 میں اس بات سے خوب واقف ہوں کہ تاریخ اور حکمہ عدالت میں فرق ہے۔ مجھ کو
 یہ بھی معلوم ہے کہ تاریخ کا انداز بیان مقدمہ دیوانی یا فوجداری کے فیصلہ کھنسنے بالکل مختلف
 ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ میرا منصب واقعہ نگاری ہے۔ فیصلہ نویسی نہیں لیکن موقع
 ایسا آ رہا ہے کہ ایک واقعہ تاریخی نے مقدمہ عدالت کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اس لیے
 مجھ کو اپنے منصب سے ہٹ کر فصل مقدمہ کا قلم ہاتھ میں لینا پڑتا ہے۔ اس بات کا مجھ کو
 مطلق خوف نہیں کہ اس فیصلہ میں عام مؤرخین اور ارباب سیر میرے حریف مقابل ہیں۔
 نہایت جلد نظر آئے گا کہ حق کیلئے تمام دنیا پر فتح پا سکتا ہے۔ سلسلہ کلام کے اچھی طرح
 پیش نظر رکھنے کے لیے سب سے پہلے ہم کو بتا دینا چاہیے کہ ہماری تحقیقات کی نصے
 واقعہ کی اصلی صورت کیا تھی؟

واقعہ یہ ہے کہ حضری کے قتل نے تمام مکہ کو جو شش انتقام سے بریز کر دیا تھا اور اس
 سلسلے میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی پیش آ گئیں۔ دونوں فریق ایک دوسرے سے پر حذر رہتے
 تھے اور جیسا کہ ایسی حالتوں میں عام قاعدہ ہے غلط خبریں خود بخود مشہور ہو کر پھیل جاتی
 ہیں۔ اسی اثناء میں ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام کو گیا اور ابھی شام میں تھا کہ
 یہ خبر وہاں مشہور ہو گئی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے وہیں سے مکہ کو آدمی

دوڑایا کہ قریش کو خبر ہو جائے۔ قریش نے لڑائی کی تیاریاں کر دیں۔ مدینہ منورہ میں یہ مشہور ہوا کہ قریش ایک جمعیت عظیم لے کر مدینہ آرہے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدافعت کا قصد کیا اور بدر کا معرکہ پیش آیا۔ (سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۵)

اقول

مؤرخین و ارباب سیر بلکہ محدثین و مفسرین میں سے بھی کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ غزوہ بدر کا مقصد کاروان تجارت کو لوٹنا تھا۔ وہ سب بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ مسلمان مدینہ منورہ سے محض قافلہ قریش سے تعرض کے لیے نکلے تھے۔ اس اثنا میں اتفاقاً غزوہ بدر پیش آگیا۔ قافلوں سے تعرض کی وجہ یہ ہوئی کہ کفار قریش ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے، بلکہ دیگر قبائل کو بھی ان کی مخالفت پر برا بیگنہ کرتے تھے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف اغراض کے لیے اپنے اصحاب کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اطراف مدینہ میں بھیجی شروع کیں، بلکہ بعض دفعہ خود بھی شرکت فرمائی۔ کہیں دشمن کی نقل و حرکت کی خبر لانے کے لیے کہیں بعض قبیلوں سے معاہدہ قائم کرنے کے لیے اور کہیں محض مدافعت کے لیے ایسا کیا گیا۔ ہاں ایک غرض یہ بھی تھی کہ قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے اور یہ وہی بات ہے جس کی دھمکی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے بعد ابو جہل کو خاص خانہ کعبہ میں یوں دی تھی کہ اگر تم نے ہم کو طواف کعبہ سے روکا، تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ بند کر دیں گے۔ چونکہ قریش بالعموم مسلمانوں کو حج و عمرہ سے روکتے تھے، اس لیے مجبوراً مسلمانوں کو ان کے تجارتی قافلوں سے تعرض کرنا پڑا تاکہ مذہبی مداخلت سے باز آجائیں۔

لے صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من یقتل بدر۔ ۱۶

مصنف کا یہ قول اس سلسلے میں لڑائیاں بھی پیش آگئیں، ثبوت طلب ہے کیونکہ حضرمی کے قتل کے بعد جنگ بدر سے پہلے مسلمانوں اور کفار قریش میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور اس کا یہ قول داسی اثناء میں ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام گیا، بھی درست نہیں، کیونکہ ابوسفیان واقعہ حضرمی سے پہلے شام چلا گیا تھا۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں غزوہ ذوالعشرہ میں تصریح ہے کہ جو قافلہ بیچ کر نکل گیا، جب وہ شام سے واپس آیا تو مسلمان اسی سے تعرض کے لیے نکلے اور غزوہ بدر پیش آیا۔ اسی طرح مصنف کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ میں مشہور ہوا کہ قریش کی ایک جمعیت عظیم لے کر مدینہ آرہے ہیں۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ایسی دعاوی پر بنائے کلام کرنا محقق کی شان سے بعید ہے۔

قال اشبلی النعمانی

اس بحث کے فیصلہ کے لیے سب سے پہلے ان واقعات کو یکجا لکھ دینا چاہیے جن پر دونوں فریق کا اتفاق ہے تاکہ وہ انفصال بحث میں اصول موضوعہ کے طور پر کام آئیں وہ یہ ہیں ۱۔ قرآن مجید میں اگر کسی واقعہ کا صاف ذکر ہے تو اس کے مقابلہ میں کسی روایت اور تاریخ کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ ۲۔ کتب حدیث میں صحت کے لحاظ سے باہم جو فرق مراتب ہے اس کا لحاظ رکھا جائے گا۔

اس قدر عموماً مسلم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ قریش بڑی تیاری کے ساتھ مکہ سے نکلے ہیں تو آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر ان کا ائتراج کیا۔ مہاجرین نے نہایت جوش کے ساتھ آمادگی ظاہر کی، لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصار کی مرضی دریافت کرنا چاہتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد یا کوئی اور معزز انصاری اٹھے اور کہا:

یا رسول اللہ کیا آپ کا رُوسے سخن ہماری طرف ہے؟ ہم وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے موسیٰ سے کہا تھا دہم اور تمہارا خدا دونوں جا کر لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم آگ اور سمندر میں کود پڑیں۔" یہ بھی مسلم ہے کہ صحابہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو شرکت سے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں تصریح ہے:

وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَادَهُوْنَ - اور مسلمانوں کا ایک گروہ قطعاً ناخوش تھا عموماً تمام ارباب سیر اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی رضامندی جو خاص طور پر دریافت کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار نے مکہ میں جب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، تو صرف یہ اصرار کیا تھا:

"جب کوئی دشمن خود مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوگا، تو انصار مقابلہ کریں گے۔" یہ اقرار نہ تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر بھی لڑیں گے۔ ان واقعات کے بعد اب مرکزِ بحث یہ ہے: "یہ واقعات کہاں پیش آئے؟"

ارباب سیر لکھتے ہیں کہ مدینہ سے جب آپ نکلے تو صرف قافلہ تجارت پر حملہ کرنا مقصود تھا۔ دو چار منزل چل کر معلوم ہوا کہ قریش فوجیں لیے چلے آتے ہیں۔ اس وقت آپ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا کہ ان کا عندیہ دریافت فرمائیں۔ آگے کے واقعات یہیں پیش آئے۔ لیکن کتب سیر، تاریخ اور تمام دیگر شہادتوں سے بالاتر ایک اور چیز ہمارے پاس موجود ہے۔ (قرآن شریف) جس کے آگے ہم سب کو گردن جھکا دینی چاہیئے۔

ترکیبِ نحوی کی رُوسے وَإِنَّ میں جو داؤ ہے حالیہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جو لڑائی سے جیڑا ہوا ہے۔ یہ موقع عین وہ موقع تھا جب آپ مدینہ سے نکل رہے تھے نہ کہ مدینہ سے نکل کر جب آگے بڑھے، کیونکہ داؤ حالیہ کے لحاظ سے خروج من البیت اور اس کے گروہ کے جی چرانے کا وقت اور زمانہ ایک ہی ہونا چاہیئے۔

کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ
بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ
لَكَادَهُوْنَ ۚ يَجَادُونَكَ فِي
الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَآئِمًا
يَسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ
يُنْظَرُونَ ۚ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ
إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ
وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَه
تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن
يُخَيِّطَ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ
دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۚ

(الأنفال ۱۷)

۲۔ آیت مذکورہ میں بہ تصریح مذکور ہے کہ یہ جس وقت کا واقعہ ہے۔ اس وقت دو گروہ سامنے تھے۔ ایک کاروان تجارت اور ایک قریش کی فوج جو مکہ سے آرہی تھی۔ ارباب سیر کہتے ہیں کہ آیت قرآنی میں یہ اس وقت کا واقعہ مذکور ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے قریب پہنچ چکے تھے، لیکن بدر کے قریب پہنچ کر تو کاروان تجارت صحیح و سلامت بچ کر نکل گیا تھا، اس وقت یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ دونوں میں سے ایک کا وعدہ ہے۔ اس لیے یہ بالکل ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی نص کے مطابق یہ واقعہ اس وقت کا ہونا چاہیئے۔ جب دونوں گروہ کے ہاتھ آنے کا احتمال ہو سکتا ہو اور یہ صرف دو وقت ہو سکتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تھے اور دونوں طرف کی خبریں آگئی تھیں کہ ادھر البوسفیان کا روان تجارت لے کر چلا ہے اور

ادھر قریش جنگ کے سرد سامان کے ساتھ مکہ سے نکل چکے ہیں۔

۳۔ سب سے زیادہ قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں کفار کے دو فریق کا خدا تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ایک قافلہ تجارت اور دوسرا صاحبِ شوکت یعنی کفار قریش جو مکہ سے لڑنے کے لیے آرہے تھے۔ آیت میں تصریح ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی تھی جو چاہتی تھی کہ کاروان تجارت پر حملہ کیا جائے۔ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں پر ناراضی ظاہر کی اور فرمایا:

تَوَدُّونَ أَنْ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ
تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ
يُخَيِّقَ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ
دَابِرَ الْكَافِرِينَ (الأنفال ع ۱)

تم چاہتے ہو کہ بے غرضتہ والا گروہ تم کو ہاتھ
آجائے اور خدا یہ چاہتا ہے کہ اپنی باتوں سے
حق کو قائم کر دے اور کافروں کی جڑ
کاٹ دے۔

ایک طرف وہ لوگ ہیں جو قافلہ تجارت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف خدا ہے جو چاہتا ہے کہ حق کو قائم کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دو میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ عام روایتوں کے مطابق اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔ میں اس تصور سے کانپ اٹھتا ہوں۔ ۴۔ اب واقعہ کی نوعیت پر غور کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے اس سرد سامان کے ساتھ نکل رہے ہیں کہ تین سو سے زیادہ جانباز مہاجر اور انصار ساتھ ہیں۔ ان میں فاتح خیبر اور حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک لشکر ہے باوجود اس کے جیسا کہ قرآن مجید میں بہ تصریح مذکور ہے) ڈر کے مارے بہت سے صحابہ کا دل بیٹھا ہے اور ان کو نظر آتا ہے کہ کوئی ان کو موت کے منہ میں لیے جاتا ہے۔

قرآن کریم میں مذکور ہے،

وَأَنْ قَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
لَكَادِهُونَ يُجَادِلُونَكَ فِي
الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا
يُتْلَوْنَ إِلَى الْمَوْتِ۔

مسلمانوں کی ایک جماعت کارہ تھی،
وہ تجھ سے حق ظاہر ہونے، پیچھے بھی
جھگڑا کرتے تھے، گویا کہ موت کی طرف
ہنکاتے جا رہے ہیں۔

اگر صرف قافلہ تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو یہ خوف و اضطراب یہ پہلو تھی کس بنا پر تھی۔ اس سے پہلے بار بار بقول ارباب سیر قافلہ قریش پر حملہ کرنے کے لیے تھوڑے تھوڑے آدمی بھیج دیے گئے تھے اور کبھی ان کو ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اس دفعہ اسی قافلہ کا اتنا ڈر ہے کہ تین سو چیدہ اور منتخب فوج ہے اور پھر لوگ ڈر کے مارے سمجھ جاتے ہیں یہ قطعی دلیل ہے کہ مدینہ ہی میں یہ خبر آگئی تھی کہ قریش مکہ سے جمعیتِ عظیم لے کر مدینہ پر آرہے ہیں۔ (سیرت النبی - جلد اول صفحہ ۲۵۴-۲۵۵)

اقول

مولوی شبلی صاحب کا دعوئے ہے کہ مسلمان مدینہ سے کاروان تجارت سے تعرض کے لیے نہ نکلے تھے، بلکہ بڑے سرد سامان سے فوج قریش کے مقابلہ کے لیے نکلے تھے۔ اس دعوئے کے ثبوت میں مولوی صاحب نے قرآن کریم کی تین آیتوں سے چار دیلین پیش کی ہیں، جن پر ہم بالترتیب نمبر وار بحث کرتے ہیں،

۱۔ وَاتَّ فِي دَاوَبِ شَكِّ حَالِيهِ ہے اور یہ جملہ کاف اخرجک سے حال میں واقع ہوا ہے، مگر اس سے یہ ضرور نہیں کہ خروج من البیت اور اس گردن کے جی چلنے کا زمانہ ایک ہی ہو۔ ہم ذرا اس کی تشریح کر دیتے ہیں۔ ہدایۃ النعمی ہے،

الحال لفظ یدل علی بیان هیئۃ الفاعل او المفعول بہ او

کلیہما۔ یعنی حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا ہر دو کی ہئیت کے بیان پر دلالت کرے۔ ہدایۃ النحو کی شرح درایۃ النحو میں اس کے متعلق یوں لکھا ہے،

ثم السداد بالهيئة فهنا الحالة وهي اعم من ان تكون حقيقة او مقدرة نحو قوله تعالى فادخلوها خالدين اي مقددين الخلود ويسمى الاول حالاً محققة والثاني حالاً مقدرة۔ ترجمہ: پھر ہئیت سے مراد یہاں حالت عام ہے۔ اس سے کہ حقیقیہ ہو یا مقدمہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فادخلوها خالدين یعنی تمہارے واسطے خلود مقدمہ ہے۔ پہلی قسم کو حال محققہ اور دوسری کو حال مقدمہ کہتے ہیں۔ انتہی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں حال کس قسم کا ہے محققہ یا مقدمہ۔ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ یہاں حال مقدمہ ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں (وان فريقاً من المؤمنين لكارهون) والجملة في موضع الحال وهي حال مقدرة لان الكراهة وقعت بعد الخروج كما ستراه انشاء الله تعالى او يعتبر ذلك ممتدا۔

یعنی یہ جملہ حال کی جگہ ہے اور یہ حال مقدمہ ہے، کیونکہ کراہت خروج کے بعد واقع ہوتی ہے جیسا کہ اشارۃ اللہ تعالیٰ تو عنقریب اسے دیکھے گا یا اسے ممتدا اعتبار کیا جائے۔ انتہی۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو حال مقدمہ سمجھنا چاہیئے یا اس کے لیے زمان و وسیع خیال کرنا چاہیئے کہ جس کے بعض اجزاء میں کراہت اور بعض میں خروج واقع ہے تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں ہے: فنقله وان فريقاً الخ حال مقدرة لما علبت ان الكراهة لم يقارن الخروج۔ یعنی یہ حال مقدمہ ہے، کیونکہ کراہت خروج کے ساتھ واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ تجھے معلوم ہے۔ انتہی۔

ہمارے اس قول کی تائید مورخین و ارباب سیر اور تمام محدثین و مفسرین کر رہے ہیں۔

احادیث صحیحہ ہماری تائید کر رہی ہیں جیسا کہ بیان ہوگا۔ قرآن کریم کی دوسری آیت جو متضرب پیش ہوگی ہماری تائید کر رہی ہے۔ اب ناظرین خود انصاف کریں کہ ان حالات میں شبلی بیچارے کی رائے محض کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔

۲۔ مصنف نے تین آیتیں نقل کی ہیں جنہیں وہ ایک آیت خیال کر رہا ہے، مگر حقیقت میں یہاں تیسری آیت مفرض بحث میں ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کیا، جبکہ دونوں گروہ کے ہاتھ آنے کا احتمال امکان تھا، مگر یہ کہنا کہ یہ صرف وہ وقت ہو سکتا ہے الخ درست نہیں۔ بظاہر مصنف نے واذ یعد کفر کی داغ سے مغالطہ کھایا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ وقت خروج اور وقت وعدہ ایک ہی ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے، کیونکہ اذ ظرف ہے فعل مضمر اذ کروا کا نہ کہ انھو جئ کا۔ ایک لمحہ کے لیے آیات لاحقہ اذ تستغیثون دیکھم الایہ۔

اذ یغشیکم النعاس الایہ پر بھی نظر ڈالو۔ ان آیتوں میں اذ بدل ہے اذ یعد کہ سے مصنف کے قول کے مطابق وعدہ۔ استغاثۃ سلیمان۔ نیند کا طاری ہونا اور مدینہ کا برہنا۔ یہ سب مدینہ ہی میں ہونا چاہیئے۔ وھذا کما تری۔ مورخین و محدثین کے نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ وادی ذفران میں لائے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے استعراج فرمایا۔ اس وقت بے شک دونوں گروہ کے ہاتھ آنے کا امکان تھا۔ غور کرو وعدہ کرنے والا قادر مطلق ہو اور مولوی شبلی امکان و احتمال میں کلام کریں۔ وادی ذفران کیا اس سے آگے بڑھ کر جب برد و فریق میدان بدر میں اترے مسلمان مدینہ کے طرف کے ناکے پر اور مشرکین مکہ کی طرف کے ناکے پر اس وقت بھی وہ قادر مطلق اگر چاہتا تو قافلہ کو مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار کروا دیتا۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہ تھی، کیونکہ وہ قافلہ لشکر اسلام سے فقط تین میل ساحل سمندر کی طرف تھا، مگر وہ مکہ بھی پہنچ جاتا ہے، تو اس کا

مسلمانوں کے ہاتھ آنا قدرت الہی سے خارج نہ تھا۔ اب آیت زیر بحث کے معنی بھی سن لو۔ یہاں واؤ استیناف کے لیے جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔ اذ فعل ماضی پر داخل ہوا کرتا ہے، مگر یہاں ماضی کی حکایت کے لیے صیغۂ مضارع استعمال ہوا ہے۔ پس اس کے معنی یوں ہوتے: "اے مومنو! یاد کرو وہ وقت کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دگر وہ میں سے ایک کا وعدہ کیا کہ یہ تمہارے واسطے ہے اور تم نے دوست رکھا کہ بن شدت والا تھا واسطے ہو اور اللہ نے چاہا کہ اپنے کلاموں سے سچ کو سچا کرے اور کافروں کا پیچھا کاٹ دے" بیان بالا سے مصنف کی قرآن فیہی اور خودانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ مصنف کے اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں کفار کے دو فرق (قافلۂ تجارت اور فوج قریش) کا ذکر ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت قافلۂ تجارت پر حملہ کرنا پسند کرتی تھی۔ مگر خدا چاہتا ہے کہ فوج کفار کو شکست ہو۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قافلۂ تجارت پر حملہ کرنے کے لیے نکلے، تو خود بالشد آپ نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیا۔ مگر ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ وعدہ زیر بحث مدینہ منورہ میں نہ ہوا تھا۔ وعدہ مذکورہ اور قافلۂ تجارت پر حملہ کی خواہش کا وقت اور مدینہ منورہ سے خروج کا وقت ایک نہیں جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے واذ یعدکم اللہ (الایہ) کلام مستأنف ہے۔ اس کو اخرجک سے کوئی ربط نہیں۔

پس ار باب سیر و متحدین درست فرماتے ہیں کہ وادی ذفران میں وعدہ احدی الطائفین ہوا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ السلوۃ والسلام نے اپنے اصحاب سے استمراج فرمایا۔ بے شعبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہی چاہتے تھے جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا، چنانچہ جب مہاجرین میں سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے جنگ پر پوری آمادگی ظاہر فرمائی، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت

خوش ہوئے۔ آپ اسی طرح انصار میں سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر پر تاثیر پر حضور انور بانی ہمدانی نہایت خوش ہوئے۔ آپ کا ان تقریروں سے خوش ہونا اور فوج کفار کی شکست کی بشارت دینا صاف بتا رہا ہے کہ آپ بھی فوج قریش کا مقابلہ چاہتے تھے اور مسلمانوں کی فوج کا اکثر حصہ بھی یہی چاہتا تھا۔ ہاں ایک قلیل جماعت تھی جو بوجہ بے سرو سامانی بتقاضائے طبع بشری فوج کفار کے مقابلہ سے ہچکچاتی تھی۔

۴۔ یہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ وَاَنْ فَرِیقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکَادُھُوْنَ۔ حال مقدورہ ہے۔ یہ کہ اہمت و جدلہ مدینہ منورہ میں پیش نہیں آیا۔ پس مصنف کی تمام غامد فرسائی بے سود ہے۔ مسلمان جس سرو سامان سے مدینہ منورہ سے نکلے۔ اس کا ذکر مختصر آتا ہے۔ یہ کہنا کہ مدینہ ہی میں یہ خبر آگئی تھی کہ قریش مکہ سے جمعیت عظیم لے کر مدینہ منورہ پر آ رہے ہیں، بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ حسب وعدہ ہم یہاں قرآن کریم کی ایک دوسری آیت غزوہ بدر کے متعلق نقل کرتے ہیں جو ہمارے مدعا کی توثیق ہے اور جس وقت تم تھے ورے کے ناکے وہ یہ ہے: اِذَا شِئْتُمْ بِالْعَدُوِّ الَّذِیْنَ دَھَمَّ بِالْعَدُوِّ الْقُصُوْیْ وَالْوَلَدُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَمْ لَّا خُتِلَفْتُمْ فِی الْمِیْعَدِ وَلٰكِنْ لَّیَقْضِیْ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا (الانفال - ع ۵)

۱۔ صحیح بخاری میں ہے، اشرق وجہ منورہ کتاب الغازی باب قول اللہ تعالیٰ اذ لتفیثون بکم الایہ، تفسیر ابن ہشام میں ہے، فبشر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول سعد ونظیر ذاک ثم قال سیروا ابشر وانا ان اللہ تعالیٰ قد وعدنی احدی الطائفین واللہ لکان فی الآن انظر الی مضارع القوم۔ ۱۲

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان مدینہ منورہ سے فوج کفار کے مقابلہ کے لیے نہ نکلے تھے اور نہ انہیں فوج کفار کے مکہ سے آنے کا اس وقت علم تھا۔

مولوی شبلی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے: "جب تم قریب کے میدان میں اور قریش کی فوج دور کے میدان میں اور قافلہ تم سے نیچے تھا۔ اگر تم ایک دوسرے سے وقت مقرر کر کے آتے تو وقت میں اختلاف ہو جاتا، لیکن (خدا نے یہ اس لیے کر دیا) تاکہ جو ہونے والا تھا خدا اس کو کر دے۔" (سیرت النبی۔ جلد اول ص ۲۴۸)

کسی بھی لغت یا تفسیر کو اٹھا کر دیکھئے تو اعد کے معنی ہیں ایک دوسرے سے وعدہ کرنا۔ اسی طرح میعاد کے معنی وقت کے نہیں۔ قرآن کریم کے معنی میں رلئے زنی سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ بغرض توضیح اس آیت کی تفسیر کے متعلق چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ علامہ قسطلانی (مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر، جزر اول ص ۸۷) غزوہ بدر کی نسبت لکھتے ہیں:

وكانت من غير قصد من المسلمين اليها ولا ميعاد كما قال الله تعالى ولو تواعدتم لاختلفتم في الميعاد ولكن ليقضي الله امرا كان مفعولا وانما قصد صلى الله تعالى عليه وآله وسلم والمسلمون التعرض لغير قریشی۔ ترجمہ: یہ غزوہ مسلمانوں کے قصد اور وعدے کے بغیر واقع ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولو تواعدتم لاختلفتم في الميعاد ثم الاية آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے فقط قافلہ قریش سے تعرض کا قصد کیا تھا۔ انتہی۔

تفسیر بیضاوی میں ہے: "ولو تواعدتم لاختلفتم في الميعاد لو تواعدتم انتم و هم القتال ثم علمتم حالكم وحالهم لاختلفتم انتم في السبغ هيبة منهم وياساً من الظفر عليهم ليتحققوا ان ما اتفق لهم من الفتح ليس الا صنعا من الله خارقة للعادة فليزدادوا ايمانا وشكرا ولكن جمع بينكم على هذه الحالة

من غير ميعاد ليقضي الله امرا كان مفعولا حقيقا بان يفعل وهو نصر اولياؤه وقهر اعدائه۔

ترجمہ: (اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے، تو تم وعدے میں اختلاف کرتے، یعنی اگر تم اور وہ آپس میں لڑائی کا وعدہ کرتے۔ پھر تم اپنا اور ان کا حال جان لیتے، تو بے شک تم ان سے ڈر کر اور ان پر فتح پانے سے مایوس ہو کر وعدے میں اختلاف کرتے۔ (یہ وعدہ لڑائی اس لیے ہوتی) کہ مسلمان جان لیں کہ جو انہیں فتح نصیب ہوتی وہ محض بطور خارق عادت اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوتی تاکہ وہ ایمان و شکر میں زیادہ ہو جائیں۔ انتہی حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی میں ہے: (قوله لاختلفتم) ای لخالف بعضكم بعضا وعزمت على التختلف عن محاربة التغير لكثرتهم وقلتم ولكن جمعكم الله تعالى من غير ميعاد لكم ليقضي الله امرا كان مفعولا في علمه وحكمه او كان حقيقا بان يفعل فانه تعالى دبر تدبيرا عجيبا لوقوع الحرب بين الجمع من حيث انه اخبر المؤمنين باقبال العير حتى خرجوا واقتل الكفار بسماع خبر خروجهم لكي يشفروا وسبب الاسباب حتى اجتمعوا للحرب وايد الله تعالى المؤمنين بنصرة بان ربط الله على قلوبهم وقواها وازال عنها الاضطراب والارتباب والقي في قلوب الذين كفروا الرعب وامدهم بانزال الملائكة والمطر وغير ذلك من وجوه لطفه وفعل ذلك خارقا للعادة ليظهر الحق ويقطع دابر الكافرين۔

ترجمہ: (قوله لاختلفتم) یعنی تم ایک دوسرے کی مخالفت کرتے اور ان کی کثرت اور اپنی قلت کے سبب فوج قریش کی لڑائی سے پیچھے رہ جانے کا ارادہ کرتے مگر اللہ نے تم کو وعدے بغیر جمع کر دیا تاکہ وہ بات پوری کر دے جو اس کے علم و حکم میں ہو چکی ہے

یا ہونے والی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں میں لڑائی ہونے کے لیے عجیب تدبیر کی۔ بدینہ طور کہ مومنوں کو قافلہ کے آنے کی خبر دی، یہاں تک کہ وہ (مدینہ منورہ سے) نکلے اور کفار کو مسلمانوں کے نکلنے کی خبر سننے سے بے چین کر دیا تاکہ وہ لڑائی کے لیے نکلیں اور اسباب پیدا کر دیں۔ یہاں تک کہ لڑائی کے لیے جمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مومنوں کی تائید کی۔ بدینہ طور کہ ان کے دل مضبوط کر دیئے اور ان کو تقویت دی اور ان سے اضطرابِ شہہ دور کر دیا اور کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور فرشتے اور بارش اتار کر اور کئی قسم کی مہربانیوں سے ان کی مدد کی اور یہ بطور خارق عادت کیا تاکہ حق کو ظاہر کر دے اور کافروں کا پیچھا کاٹ دے۔ انتہی۔

غرض تمام علماء نے اس آیت کے یہی معنی بیان کیے ہیں، حتیٰ کہ صحابہ کرام بھی یہی معنی سمجھے ہیں، چنانچہ حدیث کعب سے عیاں ہوگا۔

قال اشبلی النعمانی

۵۔ قرآن مجید میں ایک اور آیت اسی بدر کے واقعہ کے متعلق ہوئی ہے اور اس وقت جب آپ مدینہ میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں تفسیر سورۃ انفال میں تصریحاً مذکور ہے۔ آیت یہ ہے :

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً

بجز معذوروں کے وہ لوگ جو بیٹھتے ہیں اور وہ لوگ جو خدا کی راہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا نے مجاہدین کو جو مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں درجہ میں فضیلت دی ہے۔ (سورۃ انفال)

صحیح بخاری میں اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ یعنی وہ لوگ جو بدر میں شریک نہیں ہوئے اور وہ جو شریک ہوئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تو پہلے غیر اولی الضرر کا جملہ نہ تھا۔ یہ آیت سن کر حضرت عبداللہ ابن مکتوم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اندھے پن کا ذکر کیا۔ اس پر وہیں یہ جملہ نازل ہوا: غیر اولی الضرر (یعنی معذوروں کے سوا) یہ صاف اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ قافلہ پر حملہ کرنا نہیں، بلکہ لڑنا اور جان دینا ہے۔ (سیرت النبی - جلد اول ص ۲۵۷)

اقول

آیہ لا یستوی القاعدون سورۃ نساء میں ہے اور صحیح بخاری تفسیر سورۃ نساء میں مذکور ہے۔ یہ کہنا کہ یہ آیت صحیح بخاری تفسیر سورۃ انفال میں تصریحاً مذکور ہے بالکل غلط ہے اور امام بخاری علیہ الرحمہ پر بہتان ہے۔ اس قرآن دانی پر مولوی ضلی صاحب کو محقق بننے کا دعویٰ ہے۔ العجب العجب۔ مولوی صاحب کا خیال ہے کہ آیہ لا یستوی القاعدون مدینہ منورہ میں بدر کو جانے سے پہلے نازل ہوئی، لہذا صحابہ کرام مدینہ منورہ ہی سے قتال قریش کے لیے نکلے تھے، مگر ایسا خیال مولوی صاحب کی نادانی پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ آیات و سورۃ قرآن کی ترتیب نزولی اس ترتیب سے مختلف ہے جو اب قرآن موجود میں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق مدینہ منورہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں، وہ اس ترتیب سے

نازل ہوئیں۔ سب سے پہلے بقرہ، پھر انفال، پھر آل عمران، پھر احزاب، پھر متحنہ پھر نساء، پھر اذ لزلزلت، پھر الحديد الخ صحیح بخاری تفسیر سورۃ انفال میں ہے، عن سعید بن جبیر قال قلت لاد بن عباس سورۃ الانفال قال نزلت فی بدر۔ یعنی حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سورۃ انفال کی بابت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ انفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سورۃ نساء جس میں آیت زیر بحث ہے جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے، لہذا مولوی صاحب کی تمام خامہ فرسائی بے سود ہے

قال اشبلی النعمانی

۶۔ کفار قریش جو مکہ سے ٹرنے کے لیے بدر میں آئے، ان کی نسبت یہ سترہ آن مجید میں ہے،

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هَرَّجُوا مِ
دِيَارَهُمْ بَطْرًا وَقَدْ يَأْتِ النَّاسُ
وَيُصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔
(ان لوگوں کی طرح نہ بنو، جو اپنے گھروں سے
مغرورانہ نمائش اور خدا تعالیٰ کی راہ سے
روکتے ہوئے نکلے۔)

اگر قریش صرف قافلہ تجارت کے بچانے کے لیے نکلے تو خدا تعالیٰ یہ کیوں کہتا کہ وہ اظہارِ شان اور دکھاوے کے لیے خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے؟ اس میں اظہارِ شان اور دکھاوے کی کیا بات تھی؟ اور خدا تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنا کیا تھا؟ البتہ درحقیقت وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے جس سے مقصود اپنے زور اور قوت کا اعلان و نمائش اور اسلام کی ترقی کا افساد تھا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے اس غرور و نمائش اور صد عن سبیل اللہ کہا۔ (سیرت النبی۔ جلد اول ۲۵۷-۲۵۵)

اقول

سیرت ابن ہشام غزوہ بدر میں ہے،

قال ابن اسحق ولما رأى
ابوسفیان الله قد اخذ عيره
ارسله الى قريش انكم انما
خرجتم لتمنعوا عيكم ورجالكم
واموالكم فقد نجها الله فادعوا
فقال ابو جهل بن هشام والله
لا نرجع حتى نرد بدرًا وكان بدرًا
موسمًا من مواسم العرف يجتمع
لهم به سوق كل عام فنقيم عليه
ثلاثًا فتخز الجوز ونطعم الطعام
ونسقي الخمر وتغرف علينا
القيان وتسمع بنا العرب
وبمسيرنا وجمعنا فلا يزالون
يهايوننا ابداً بعدها فامضوا۔

ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اس نے اپنے قافلہ کو بچا لیا ہے تو اس لیے قریش کو کہلا بھیجا کہ تم صرف اپنے قافلہ اور اپنے آدمیوں اور مالوں کو بچانے کے لیے نکلے ہو۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ اس لیے تم واپس چلے جاؤ۔ ابو جہل بن ہشام نے جواب دیا اللہ کی قسم ہم واپس نہ ہوں گے، یہاں تک کہ ہم بدر میں اتریں گے و بدر عرب کی منڈیوں میں سے ایک منڈی تھی جہاں وہ جمع ہوا کرتے تھے اور اور وہاں ایک بازار تھا اور وہاں تین راتیں ٹھہریں گے اور اونٹ ذبح کریں اور کھانا کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے اور غلام باجے بجا کر ہمیں گانا سنائیں گے اور عرب ہمارا حال اور ہمارا آنا اور ہماری جمعیت سنیں گے پس وہ آج سے ہم سے ڈرتے رہیں گے لہذا آگے چلو۔

آیت زیر بحث میں ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کی اسی حالت کی طرف اشارہ ہے۔

اس کا اترانا اور دکھاوا ہونا تو ظاہر ہے۔ اس میں اسلام کی ترقی کا انسداد بھی ہے۔ کیونکہ جب تمام عرب ہیئت زود ہو جائیں گے۔ تو کسی کو ان کی مرضی کے خلاف اسلام لانے کی جرأت نہ ہوگی۔ حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر مفسرین کرام اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ ہم یہاں صرف چند عبارتیں نقل کر رہے ہیں جن سب کا حاصل یہی ہے :

روى عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لما رأى ابوسفیان انه احمر عیلة ادسل الی قریش ان ارجعوا فقد سلمت العیر فقال ابو جهل واللہ لا نرجع حتی نرد بدرًا ونشرب الخمر وتعرف علينا القینات ونطعم بها من حضرنا من العرب فوافوها ولكن سقوا کاس المنایا بدل الخمر وناحت علیهم النوايح بدل القینات وکانتم مولهم غنائم بدلا عن بذلها۔ (تفسیر روح المعانی جزء ثالث ص ۲۲۵)

اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم و ابوالشیخ عن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الایة قال کان مشرکوا قریش الذین قاتلوا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم بدر خرجوا ولهم بغی و فخر و قد قیل لهم یومئذ ارجعوا فقد انطلقت عیرکم و قد ظفرتم فقالوا لا واللہ حتی یتحدّث اهل الحجاز بمسیرنا و عددنا۔ (در منثور للسيوطی)

و کالتذین خرجوا من دیارهم هم اهل مکة حین خرجوا الحماۃ العیر فاتا هم رسول ابی سفیان و هم بالحقفة ان ارجعوا فقد سلمت عیرکم فابی ابو جهل و قال حتی نقدم بدرًا نشرب

بها الخمر و تعترف علینا القیان و نطعم بها من حضرنا من العرب فذالك بطرهم و رثا و هم الناس باطعامهم فوافوها فسقوا کئوس المنایا مکان الخمر و ناحت علیهم النوايح مکان القیان (تفسیر کشاف للزمخشری)

و ایں حال ابو جهل و تابعان اوست (حاشیہ ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) پس ظاہر ہو گیا کہ اس آیت کے معنی جو مولوی شبلی صاحب سمجھے ہیں، وہ ان کی محض اپنی رائے ہے جو سراسر غلط ہے۔

قال شبلی النعمانی

قرآن مجید کے بعد احادیث نبوی کا درجہ ہے۔ احادیث کی متعدد کتابوں میں غزوہ بدر کا مفصل و مجمل ذکر ہے، لیکن کعب بن مالک والی حدیث کے سوا اور کسی حدیث میں یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر میں قریش کے قافلہ تجارت کو لوٹنے کے لیے نکلے تھے۔ کعب بن مالک کی حدیث متعدد وجوہ سے قابل بحث ہے :
۱۔ حضرت کعب بن مالک غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے، اس لیے ان کی روایت اس موقع پر مشاہدہ و واقفیت کی روایت نہیں۔

۲۔ اس واقعہ کی روایت سے ان کا مقصود یہ ہے کہ غزوہ بدر کی اہمیت کم ہو جائے تاکہ عدم شرکت سے ان کا وزن کم نہ ہو، حالانکہ بدر کو تاریخ اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس کو یوم الفرقان کہا ہے۔ خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ بدری صحابہ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمر کے عہد میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری

کنا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت کعب کی حدیث یہ ہے :

عن عبد الله بن كعب قال حضرت كعب کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی غزوے پیچھے نہیں رہا بجز غزوہ تبوک کے اور میں غزوہ بدر میں بھی شریک نہ تھا اور جو اس پر شریک نہ ہوا۔ اس پر کچھ عتاب نہیں ہوا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلہ کے لیے نکلے تھے کہ خدا تعالیٰ نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا۔

(سیرت النبی - جلد اول ص ۲۵۵)

(غزوہ تبوک - بخاری)

اقول

بے شک قرآن مجید کے بعد احادیث کا درجہ ہے۔ احادیث ہی قرآن مجید کی صحیح تفسیر ہیں۔ حدیث کعب بن مالک جیسی اور بھی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلہ تجارت سے تعرض کرنے کے لیے نکلے تھے مگر اس تعرض سے اصلی غرض قریش کی شاہی تجارت کا راستہ بند کرنا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، وہ حدیثیں یہ ہیں :

(۱) اخراج ابن جریر وابن ابی حاتم اور ابن مڑویہ نے اور بیہقی نے دلائل میں روایت کی ہے کہ

فی الدلائل عن ابی ایوب الانصاری قال قال لنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ونحن بالمدينة وبلغه ان عير ابی سفیان قد اقبلت فقتال ما ترون فيها لعل الله يعقمننا ويسلمنا فخرجنا الحديث - (درمنثور للسيوطی)

(۲) اخراج ابن جریر وابن

المنذرو ابن مروة عن

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

فی قوله واذ يعدكم الله احدی

الطائفتین قال اقبلت عیر

اهل مكة من الشام فبلغ

اهل المدينة ذلک فخرجوا و

معهم رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم يريد العیر الحديث -

(درمنثور للسيوطی)

(۳) اخراج ابن اسحق و

ابن جریر وابن المنذر عن

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابوالیوب انصاری نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا اور ہم مدینہ میں تھے اور حضور کو خبر پہنچی تھی کہ البرسیان کا قافلہ آگیا ہے پس حضور نے فرمایا کہ اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟ شاید اللہ تعالیٰ ہم کو غنیمت دے اور سلامت رکھے۔ پس ہم قافلہ کے لیے، مدینہ سے نکلے۔

ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن مڑویہ

نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے واذ يعدكم

الله احدی الطائفتین کی تفسیر

میں فرمایا کہ اہل مکہ کا قافلہ تجارت شام

سے آیا۔ پس اہل مدینہ کو جو اس

کی خبر پہنچی تو وہ نکلے اور ان کے ساتھ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے

جو بقصد قافلہ تجارت نکلے تھے۔

ابن اسحاق اور ابن جریر اور

ابن منذر نے روایت کیا کہ حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

قال لها سمع رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم جابى
سفيان مقبل من الشام
نذب المسلمين اليهم وقال
هذه غير قریش فيها اموالهم
فاخرجوا اليها لعل الله ينفلكمها
فانتدب الناس فحف بعضهم
وثقل بعضهم وذلك اثم
لم يظنوا ان رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم
يلقى حربا الحديث -

(در منشور للسيوطی)

بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے سنا کہ البوسفیان شام
سے آرہا ہے، تو مسلمانوں کو ان کی طرف
نکلنے کے لیے بلایا اور فرمایا کہ یہ قریش
کا قافلہ تجارت ہے جس میں ان کے مال
ہیں سوان کی طرف نکلوا شاید اللہ تعالیٰ
تہیں غنیمت دے۔ پس لوگوں نے حضور کی
دعوت کو قبول کیا، لہذا بعض نے نکلنے میں علی
کی اور بعض نے سستی کی۔ اس سستی کی وجہ یہ
تھی کہ انہیں خیال نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو لڑائی پیش آئے گی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم
کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ میں بھی موجود ہے۔ اس
کی صحت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ یہ حدیث مسئلہ زیر بحث میں نہایت قابل غور
ہے، کیونکہ یہ ولو تواعدتم لا تختلفتم فی السیعاد الدلیہ کی صحیح تفسیر ہے۔
جس کا بیان پہلے آچکا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ مولوی شبلی صاحب نے اس
بحث میں ثابت کرنا چاہا ہے، وہ قرآن و حدیث صحیح کے خلاف ہے۔ یہ کہنا کہ اس
سے حضرت کعب کا مقصود غزوہ بدر کی اہمیت کم کرنا ہے بالکل بے جا ہے۔ حضرت
کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود فقط اپنے خلف کا عذر کرنا ہے اور وہ بجا ہے، کیونکہ
مسلمان مدینہ منورہ سے محض قافلہ تجارت سے تعرض کے لیے نکلے تھے۔

قال شبلی النعمانی

اس حدیث کعب بن مالک کے برخلاف حضرت انس کی حدیث ہے جو بخاری
و مسلم دونوں میں مذکور ہے :

(۱) عن انس ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم شاورهين
بلغه اقبال ابى سفيان
قال فتكلم ابو بكر فاعرض
عنه فتكلم عمر فاعرض عنه
فقام سعد بن عبادۃ فقال
ايانا اتريد يا رسول الله والذي
نفسى بيده لو امرتنا ان
نخيضها البحر لا خضناها ولو
امرتنا ان نضرب الكبادها
الى برك الغماد لفعلنا قال
فندب رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم الناس
فاطلقوا حتى نزلوا بدرا -

حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب البوسفیان
کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے مشورہ
طلب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تو آپ نے
توجہ نہ فرمائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے تو
آپ نے ان کی طرف بھی توجہ نہ فرمائی پھر
حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہا
یا رسول اللہ! کیا آپ کا رُٹے سخن ہم انصاف
کی طرف ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ دریا میں
سواری ڈالنے کا ہمیں حکم دیں تو ہم ڈال دیں
گے اور اگر برك الغماد تک جانے کا حکم دیں
گے تو ہم جاتیں گے۔ حضرت انس کہتے
ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو شرکت جنگ
کی دعوت دی۔ لوگ چل پڑے اور بدر
پہنچے۔

(۲) ووردت علیہم روایا
قریش و فیہم غلام اسود
لبنی الحجاج فاخذ وہ فکان
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یسألون
عن ابی سفیان واصحابہ فیقول
مالی علم بابی سفیان ولکن
هذا ابو جہل وعتبہ وشیبہ
وامیہ بن خلف فاذا قال
ذلك ضربوه فقال نعم انا
اخبوکم هذا ابو سفیان فاذا
ترکوه فقال مالی بابی سفیان
من علم هذا ابو جہل و.....
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قائم یصلی فلما دای
ذلك الضرب قال والتدی
ذسی بیدہ لتضربوه اذا
صدقکم وتترکوه اذا کذبکم۔

اور پہلے، قریش کا ہر اول دستہ
اگر اترا۔ اس میں بنی حجاج کا ایک حبشی
غلام تھا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے
ابوسفیان کا حال پوچھنے لگے۔ وہ کہتا تھا
مجھے ابوسفیان کی خبر نہیں، لیکن یہ ابو جہل
عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف آرہے ہیں۔
جب وہ یہ کہتا تو لوگ اس کو مارتے۔
وہ کہتا اچھا ابوسفیان کو بتاتا ہوں،
تب اس کو چھوڑ دیتے تو پھر وہ
کہتا مجھ کو ابوسفیان کی خبر نہیں، لیکن
ابو جہل وغیرہ روتے قریش آرہے
ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نماز میں مشغول تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر
فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب وہ سچ
کہتا ہے، تو تم اس کو مارتے ہو اور جب
جھوٹ بولتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو۔

حدیث کے پہلے ٹکڑے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کا حال
معلوم ہوا۔ اسی وقت آپ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا اور انصار سے
اعانت کی خواہش ظاہر کی اور یہ متفقاً ثابت ہے کہ ابوسفیان کی آمد کا حال مدینہ ہی میں

معلوم ہو چکا تھا۔ اس بنا پر یہ محقق طور پر ثابت ہو چکا کہ اس غزوہ کی شرکت کے لیے
آپ نے انصار سے مدینہ ہی میں خواہش کی تھی۔ ورنہ اگر باہر نکل کر یہ معاملہ پیش آتا جیسا
کہ کتب سیرت میں مذکور ہے، تو اس وقت انصار وہاں کہاں ہوتے؟ اور نیز اسی ٹکڑے
میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشورہ کے بعد لوگوں کو شرکت کی دعوت
دی حالانکہ ارباب سیرت کے مطابق واقعہ یہ ہونا چاہیے کہ انصار معاہدہ اور معمول سابق
کے خلاف شرکت کے لیے نکلے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر ان کا غنہ
دریافت فرمایا اور اس کے بعد شرکت کے لیے آمادہ کیا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ
یہ ایک مجنونانہ بات ہے۔

حدیث کے دوسرے ٹکڑے سے بوضاحت تمام محقق ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے یا کسی اور طریقہ سے یہ پہلے ہی سے معلوم
تھا کہ تجارتی قافلہ کانہیں، بلکہ جنگی فوج کا مقابلہ ہے۔ گو عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو۔
اس حدیث میں ایک گمرہ اور کھولنا ہے۔ اگر پہلے صرف ابوسفیان کا آنا معلوم ہوا
تھا اور قریش کے حملہ کی خبر نہ تھی، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس اصرار
اور سرد سامان سے کیوں اجتماع کا اہتمام فرماتے؟ اس لیے ابوسفیان کی آمد کے
بجائے موقع کا اقتضا۔ یہ ہے کہ یہ ہو کہ، جب مشرکین مکہ کی آمد کی خبر معلوم ہوئی،
چنانچہ اسی واقعہ کو انہیں الفاظ کے ساتھ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ
نے مسند میں ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن جریر نے تاریخ میں اور بیہقی
نے دلائل میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کے راوی معمر بن
کے ہیر و اسد اللہ علی بن ابی طالب ہیں۔

عن علی قال لما قد منا
المدینة احبنا من شاما
فاجتویناها واصابنا بها وعك
وكان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم
یتخبر عن بدر فلما بلغنا
ان المشركين قد اقبلوا سار
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی بدر و بدر بئر فسبقنا
المشركين اليها۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں
کہ جب ہم مدینہ آئے، تو وہاں پھل کھانے کو
ٹپے جو ہمارے ناموافق مزاج تھے۔ اس لیے
ہم لوگ بیمار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بدر کو پوچھا کرتے تھے۔ جب ہم کو خبر ملی
کہ مشرکین آرہے ہیں تو جناب رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کو چلے۔ بدر
ایک کنواں کا نام ہے جہاں ہم مشرکین
سے پہلے پہنچ گئے۔

(اس کے بعد بدر کے تمام واقعات و جزئیات مذکور ہیں)

اس میں صاف تصریح ہے کہ مشرکین مکہ کے حملہ کی خبر سن کر آپ نکلے تھے اور بدر
پر اگر قیام فرمایا تھا۔ اس پوری حدیث میں ابوسفیان کے قافلہ تجارت کا ذکر تک
نہیں ہے۔ (سیرت النبی، جلد اول ص ۲۵۵-۲۵۸)

اقول

اس مقام پر مولوی شبلی صاحب کی حدیث دانی کو دیکھتے کہ حدیث کعب بن مالک
جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے۔ اس کو تو آپ صرف صحیح بخاری میں سمجھتے ہیں اور
حدیث انس جو صرف صحیح مسلم میں ہے، اسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں بتا
رہے ہیں۔ حدیث انس کا جو مطلب آپ سمجھتے ہیں، وہ بھی عجیب ہے۔ اس حدیث
سے ایک اُردو ترجمہ خوان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کی خبر

مدینہ میں پہنچی تو آپ نے قافلہ تجارت سے تعرض کرنے کے لیے مشورہ طلب کیا، نہ کہ
غزوہ بدر کے لیے، خبر پہنچے قافلہ تجارت کے آنے کی۔ اور مشورہ لیا جائے غزوہ بدر
کے لیے! یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبے شک یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ارباب سیر
نے تو مشورہ کا مقام مدینہ سے باہر وادی ذفران بتایا ہے اور اس حدیث میں
خاص مدینہ منورہ ہے۔ قاعدہ اصول کے مطابق ان دونوں میں تطبیق دینی چاہیے۔
اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ایک کو ترجیح دی جائے۔ یہاں ترجیح کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ
تعارض تطبیق سے رفع ہو سکتا ہے، چنانچہ زرقانی علی المواہب اللدنیہ ص ۱۸ میں ہے،
قال المحافظ ویسکون الجامع
بأنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
استشارهم مرتین الاولی
بالمدينة اول ما یبلغه خبر البعیر
وذلك بین من لفظ مسلم انه
شاور حین بلغه اقبال ابی
سفیان والثانیة کانت بعد
ان خرج کما فی حدیث
الجماعة۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ
تطبیق ممکن ہے بدین طور کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دو
دفعہ مشورہ طلب کیا۔ پہلی دفعہ مدینہ میں جبکہ
آپ کو قافلہ تجارت کی خبر پہنچی اور یہ مسلم کے الفاظ
شاور حین بلغه اقبال ابی سفیان
آپ نے مشورہ کیا جبکہ ابوسفیان کے آنے کی
خبر پہنچی ہے واضح ہے۔ دوسری دفعہ مدینہ سے
باہر جیسا کہ اوروں کی حدیث میں ہے۔

یہ تطبیق کسی اچھی ہے۔ چونکہ انصار نے بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ عہد کیا تھا کہ جب آپ مدینہ میں ہوں گے، تو ہماری امان میں ہوں گے، لہذا ان سے
دو دفعہ مشورہ طلب کیا گیا۔ پہلی دفعہ مدینہ سے نکلنے کے وقت۔ یہ مشورہ محض قافلہ تجارت
سے تعرض کے لیے تھا۔ دوسری دفعہ وادی ذفران میں جبکہ قریش کے مکہ سے آنے کی
خبر لگی۔ یہ مشورہ فرج قریش سے مقابلہ کے لیے تھا۔ حدیث انس کے دوسرے ٹکڑے

میں جو حبشی غلام کا قصہ مذکور ہے۔ وہ بدر پہنچ کر وقوع میں آیا ہے۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ مدینہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ جنگ کا مقابلہ ہوگا مولوی شبلی صاحب کا بار بار کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے بڑے سامان کے ساتھ اچھی طرح تیاری کر کے نکلے تھے، بالکل بے اصل ہے۔ ہم اپنے قول کے ثبوت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی دوسری حدیث پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے :

عن ثابت عن انس بن مالك قال بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بسبعة عينا ينظروا صنعت عير ابي سفيان فجاؤا وما في البيت احد غيري وغير رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لا ادرى ما استثنى بعض نسائه قال فخذته الحديث قال فخرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فتكلم فقال ان لنا طلبه فمن كان ظهوره حاضرا فليركب معنا فجعل رجال يستاذنونه في ظهورهم في علوا المدينة فقال لا اذ من كان ظهوره

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بسبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور جاسوس بھیجا کہ ابوسفیان کے قافلہ کا حال دریافت کرو۔ پس حضرت بسبسہ آئے اور دولت خانہ میں سولے میرے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کوئی نہ تھا۔ راوی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ انس نے ازواج مطہرات میں سے کسی کو مستثنیٰ نہ کیا۔ راوی کا قول ہے کہ انس نے مجھ سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے۔ پس آپ نے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا مطلوب ایک ہے جس کا سواری کا اونٹ موجود ہو، وہ سوار ہو کر ہمارے ساتھ چلے۔

حاضرانا نطلق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه حتى سبقوا المشركين الى بدر (الحديث)

جميع مسلم - كتاب الجهاد باب سقوط فرض الجهاد عن المعذورين

پس لوگ آپ سے ان اونٹوں کے لانے کے لیے جو مدینہ کے بالائی حصہ میں تھے اجازت ماننے لگے۔ آپ نے فرمایا نہیں، مگر وہ جس کا سواری کا اونٹ حاضر ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب روانہ ہوئے یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے بدر میں پہنچ گئے۔

اس حدیث مسلم سے ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمان مدینہ منورہ سے کیسی جلدی اور کس بے پرو سامانی میں نکلے ہیں اور نکلے بھی قافلہ کے لیے ہیں۔ علامہ ابن قیم (زاد المعاد - غرودہ بدر) یوں لکھتے ہیں :

وجملة من حضرو بدر من المسلمين ثلثمائة وبضعة عشر رجلا من المهاجرين ستة وثمانون و من الانصار احدى وستون ومن الخوارج مائة وسبعون واثنا قل عدد الانصار من الخوارج وان كانوا اشد منهم واقوى شوكة واصح عند اللقاء لان منازلهم كانت في عوالي المدينة وجاء النفي و بقتة وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

مسلمانوں کی تعداد جو بدر میں حاضر ہوئے، تین سو دس سے کچھ اوپر تھی۔ مهاجرین میں سے ۸۳۔ ان میں سے ۶۱ اور خوارج میں سے ۱۶۰ تھے۔ ان میں سے اکثر بہ شجاعت میں خوارج کی نسبت شدید وقوی تھے اور لڑائی کے وقت زیادہ ثابت تھے، مگر ان کی تعداد خوارج سے اس لیے کم تھی کہ ان کے گھر مدینہ کی بالائی آبادی میں تھے اور روانگی اچانک ہو گئی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ہمارے ساتھ وہی چلے گا جس کے

لا یتبعنا الا من کان ظهراً حاضر
فاستأذنه رجال ظهورهم
كانت فی علو الدینۃ انت
یستأنی بهم حتی یدهبوا الی
ظهورهم فأبی ولم یکن عزیم
علی اللقاء ولا اعد والہ
عدۃ ولا تاهبوا لہ اھبۃ
ولکن جمع اللہ بینہم و بین
عدوہم علی غیر میعاد۔

بیان بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مدینے سے نکلنے کے وقت کوئی خاص تیاری نہیں کی گئی، ورنہ فقط دو گھوڑے ستر اونٹ اور تین سو پانچ اصحاب ساتھ نہ ہوتے بلکہ اس سے کئی گنا سامان ساتھ ہوتا۔ مولوی شبلی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ فوج قریش مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نہیں نکلی تھی، چنانچہ صحیح بخاری و کتاب المغازی۔ باب من یقل بدر میں حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں یہ الفاظ ہیں،

فلما کان یوم بدر استنصر
ابو جھل الناس قال ادروا
عیو کمر فکرا امیۃ
ان یخرج۔

اس حدیث بخاری سے صاف ظاہر ہے کہ قریش مکہ سے اپنے قافلے کو بچانے کے لیے نکلے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو حدیث پیش کی گئی ہے، اس میں اختصار ہے اور صرف مدینہ سے باہر کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں یہ مذکور نہیں کہ مدینہ میں

مشرکین کے آنے کی خبر پہنچی۔ بدر کے حالات کا دریافت کرنا اور مشرکین کی آمد کی خبر کا آنا یقیناً مدینہ سے باہر وقوع میں آیا جیسا کہ قرآن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت علی کی دوسری حدیث میں جو بروایت ابن عساکر کنز العمال (جزر خامس ص ۲۶۶) میں مذکور ہے۔

بخار کا آنا بھی مدینہ میں نہ تھا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں،

عن علی قال لما کان لیلۃ
بدر اصابتنا وعلی من حمی
وشیئ من مطر الحدیث۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کی رات آئی، تو ہمیں تپ کی تکلیف اور کچھ بارش ہوئی۔ بہر حال تپ کا آنا کہیں ہو، مشرکین کے مکہ سے آنے کی خبر مدینہ میں نہ پہنچی تھی اور مسلمان مدینہ منورہ سے محض قافلہ تجارت سے تعرض کے لیے نکلے تھے۔

نتیجہ

ہماری تحقیقات بالا سے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی ہے۔ غزوہ بدر کے متعلق واقعات میں ترتیب حسب ذیل ہے،

ہجرت کے بعد قریش نے مسلمانوں کو حج و عمرہ سے روک دیا۔ اس پر مسلمانوں نے ان کی شامی تجارت کا راستہ بند کرنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ مذہبی مداخلت سے باز آجائیں۔

اسی غرض کے لیے مسلمانوں نے ان کے قافلوں سے پھیڑ خانی شروع کی۔ چنانچہ جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ابوسفیان کے قافلہ تجارت کے آنے کی خبر لگی تو آپ نے بالخصوص انصار سے قافلہ تجارت پر حملہ کرنے کے لیے استمراج فرمایا، چنانچہ آپ فوری تمام

تیاری کر کے نہایت جلدی سے مدینہ سے نکلے۔ وادی ذفران میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں قریش کے مکہ سے آنے کی خبر اور دونوں جماعتوں (قافلہ تجارت و فوج قریش) میں سے ایک کے وعدے کے ساتھ نائل

ہوئے۔ حضور نے مہاجرین و انصار سے دوبارہ استمراج فرمایا کہ وہ دونوں جماعتوں میں سے کسے چاہتے ہیں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو طائفہ ثانیہ پر فتح کی بشارت دی۔ لہذا حضور جانِ راند تقریریں سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! گویا میں قریش کے مرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔" قصہ کوتاہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے بدر پہنچے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم دی۔

قال اشبلی النعمانی

ان قطعی نصوص کے بعد اگرچہ کسی اور استدلال کی ضرورت نہیں، لیکن لیطین قلبی کے طور پر واقعات ذیل پر لحاظ کرنا چاہیئے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پہلے قریش کے قافلوں پر حملہ کرنے کے لیے جس قدر سرائیا بھیجے اور جن میں بیس تیس آدمی سے لے کر سو سو تک کی جمعیت تھی۔ ان میں کبھی کسی انصاری کو نہیں بھیجا۔ ارباب سیر اس خاص امر کو بہ تصریح لکھتے ہیں اور اس تصریح کی اس لیے ضرورت سمجھتے ہیں کہ انصار نے بیعت کے وقت مدینہ سے باہر نکلنے کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اس بنا پر اگر اس دفعہ بھی مدینہ سے نکلنے کے وقت صرف قافلہ تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو انصار ساتھ نہ ہوتے، حالانکہ اس واقعہ میں انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی، یعنی کل فوج ۳۰۵ تھی جن میں ۴۰ مہاجرین اور باقی سب انصار تھے۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جس وقت مدینہ سے آپ نکلے یہ خبر آپ کی تھی کہ قریش مدینہ پر آرہے ہیں۔ اسی بنا پر آپ نے انصار کو مخاطب کیا، کیونکہ معاہدہ بیعت کے موافق اب انصار سے کام لینے کا وقت آچکا تھا۔

(سیرت النبی - جلد اول - ۲۵۸)

اقول

مولوی شبلی صاحب نے اس مقام تک جو نصوص قطعی پیش کی ہیں ان کا حال تو ناظرین پر واضح ہو چکا ہے۔ اب مولوی صاحب بلا سند اپنے قیاسات بیان کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ قریش کے مکہ سے آنے کی خبر مدینہ میں نہ پہنچی تھی۔ ہاں قافلہ ابو سفیان کے شام سے آنے کی خبر پہنچ چکی تھی، لہذا بنا بر معاہدہ بیعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ ہی میں قافلہ تجارت سے تعرض کرنے کے لیے انصار سے مشورہ طلب فرمایا جیسا کہ حدیث مسلم کے حوالے سے پہلے بیان ہوا، لہذا مولوی صاحب کی غلط فہمی بے سود ہے۔

قال اشبلی النعمانی

۲۔ مکہ سے جو قافلہ تجارت کے لیے شام کو جایا کرتا تھا۔ مدینہ کے پاس سے ہو کر گزرتا تھا۔ مدینہ سے مکہ تک جس قدر قافلے آباد تھے۔ عموماً قریش کے زیر اثر تھے۔ بخلاف اس کے مدینہ سے شام تک کے حدود تک قریش کا اثر نہ تھا۔ اس بنا پر اگر کاروان تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو شام کی طرف بڑھنا تھا۔ یہ بالکل خلاف قیاس ہے کہ کاروان تجارت شام سے آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہو چکی ہے اور آپ بجائے اس کے کہ شام کی طرف بڑھیں، مکہ کی طرف جاتے ہیں اور پانچ منزل مکہ کی طرف جا کر خیراتی ہے کہ قافلہ بچ کر نکل گیا اور قریش سے جنگ پیش آجاتی ہے۔ (سیرت النبی جلد اول ۲۵۸-۲۵۹)

اقول

اس میں شک نہیں کہ جب مسلمان مدینہ منورہ سے نکلے تو ان کا مقصود فقط کاروان تجارت سے تعرض کرنا تھا۔ مولوی شبلی صاحب کا یہ قیاس بالکل درست ہے کہ انہیں شام کی طرف بڑھنا چاہیے تھا، مگر چونکہ قافلہ کا ٹھیک مقام اور پہنچنے کا وقت معلوم نہ تھا، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے دو آدمیوں کو شام کی طرف بغرض تجسس بھیجا۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے :

لما تحيى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انصراف العير من الشام التي كان خرج لها يريد ها حتى بلغ ذوالعشيرة بعث طلحة بن عبید الله التيمي وسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل يتجستان خبر العير فبلغا التجار من ارض الحواري فنزلوا على كشد الجمي فاجاروا وانزلهما وكنتم عليهما حتى مريت العير ثم خرجا وخرج معهما كشد خفيرا حتى

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شام سے اس قافلہ کی واپسی کے منتظر تھے جس کے قصد سے ذوالعشیرہ تک تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے آپ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو بطور جاسوس قافلہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ وہ دونوں تجارت واقع سرزمین حوران تک پہنچے اور کشد جمی کے ہاں اترے جس نے ان کو پناہ دی اور اپنے ہاں اتارا اور ان کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ قافلہ گزر گیا۔ پھر وہ دونوں نکلے اور ان کے ساتھ کشد بھی بطور رہنما نکلا۔ یہاں تک کہ ان

اور دھما ذوالمروۃ و ساحلت العیر و سرعت فاسوا باللیل والنهار فرقا من الطلب فقدم طلحة وسعيد المدينة ليخبرا رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر العير فوجداه قد خرج.

کو ذوالمروہ لے آیا اور قافلہ ساحل کی طرف ہو گیا اور جلدی چلا۔ اہل قافلہ گرفتاری کے ڈر سے دن رات چلتے تھے۔ پس طلحہ اور سعید مدینہ منورہ میں آئے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قافلہ کی خبر دیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پہنچنے سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔

ذوالمروہ (دیکھو معجم البلدان) وادی القرئی میں ہے جو مدینہ منورہ سے شام کے راستے میں ہے، چونکہ ذوالمروہ سے قافلہ مدینہ کا راستہ چھوڑ کر ساحل بحر کو ہو گیا تھا اور پہنچنے کے لیے شب و روز چلتا تھا، اس لیے حضرت طلحہ و سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے وہ ساحل بحر کے رخ دور نکل گیا تھا کہ اس اثنا میں حضرت بسیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی خبر لائے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو نہایت جلدی مدینہ منورہ سے نکلنا پڑا اور انہوں نے بجائے شمال مدینہ کے مدینہ منورہ کے جنوب مغرب کو ساحل بحر کا رخ کیا تاکہ اسے جا گھیریں۔

مولوی شبلی صاحب نے اس قسم کے اور قیاسات بھی پیش کیے ہیں جو نظر برائے پس انداز کیے جاتے ہیں۔

اللهم اني اسئلك بحبيبك سيدنا ومولانا محمد المصطفى صلى الله عليه وسلم وباهل بيته رضي الله تعالى عنهم ان تبلغني في الدارين اقصي مواحي وتغفر لي ولوالدي ولشأخي ولأحبائي ولسائر المؤمنين والمؤمنات وان تؤيد الإسلام والسلمين.

غزوہ بنی قینقاع

نصف ماہ شوال ۳۲ھ میں غزوہ بنی قینقاع پیش آیا۔ یہود سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ مدینہ کے گرد یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع، بنو قریظہ، بنو نضیر ان تینوں نے یکے بعد دیگرے نقض عہد کیا۔ ان میں سب سے پہلے بنو قینقاع نے جو چھ سو مرد کارزار اور یہود میں سب سے پہلے در تھے۔ عہد کو توڑا اور باغی ہو کر قلعہ بند ہو گئے، مگر پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد مغلوب ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ اذرعات ملک شام میں پینچا دیے گئے، جہاں وہ جلدی ہلاک و تباہ ہو گئے۔

غزوہ سویق

ہجرت کے دوسرے سال ماہ ذی قعدہ میں غزوہ سویق وقوع میں آیا۔ سویق عربی میں ستوک کہتے ہیں، چونکہ اس غزوہ میں کفار کی غذا ستوتھی، اس لیے اس نام سے موسوم ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ غزوہ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی نہ کروں، جنابت سے سرنہ و حدود گاہ اس لیے وہ قسم کے پورا کرنے کے لیے وہ دوسو سوار لے کر نکلا۔ مقام عریض میں اس نے ایک نخلستان کو جلا دیا اور ایک انصاری کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعاقب فرمایا۔ ابوسفیان اور اس کے ہمراہی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستوک کے بورے پھینک کر بھاگ گئے۔ جنہیں مسلمانوں نے اٹھالیا اور واپس چلے آئے۔

غزوہ قرقرۃ الکد

نصف محرم ۳۳ھ کو غزوہ قرقرۃ الکد اور ربیع الاول میں غزوہ انمار یا غطفان اور جمادی الاولیٰ میں غزوہ بنی سلیم وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی میں مقابلہ نہیں ہوا غزوہ انمار میں وعثر غطفانی اسلام لایا۔ ماہ ربیع الاول میں کعب بن اشرف یہودی شاعر جو اسلام کی جو کیا کرتا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ماہ جمادی الاخریٰ میں ابورافع اسلام بن ابی الحقیق یہودی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دیا کرتا تھا، حضرت عبداللہ بن غیک انصاری غزرجی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

غزوہ احد

ماہ شوال ۳ھ میں غزوہ احد وقوع میں آیا۔ جب قریش بدر میں شکست فاش کھا کر مکہ میں آئے تو ابوسفیان کے قافلے کا تمام مال دار اندوہ میں رکھا ہوا پایا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ روسائے قریش جن کے باپ بھائی اور بیٹے جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ابوسفیان اور دیگر شرکار کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اپنے مال کے نفع سے مدد کرو تاکہ ہم ایک لشکر تیار کریں اور (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بدلہ لیں۔ سب نے بخوشی منظور کیا۔ چنانچہ تمام مال فروخت کر دیا گیا اور حسب قرارداد اس المال مالکوں کو دیا گیا اور نفع تجنیز لشکر میں کام آیا۔ اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

لہ اس قتل کے سبب وہاں میں یہ مختلف اقوال ہیں۔ رمضان المبارک ۳ھ۔ ذوالحجہ ۳ھ۔ ذوالحجہ ۳ھ۔ جمادی الاخریٰ ۳ھ۔ رجب ۳ھ۔ لہ احد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل پر ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ
أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْنَ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ
عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ
يُحْشَرُونَ ۝ (انفال ع ۷)

جو لوگ کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے
مال تاکہ روکیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے۔ سو
ابھی اور خرچ کریں گے، پھر آخر ہوگا
ان پر پکھتاوا۔ پھر آخر مغلوب ہوں گے
اور جو کافر ہیں، دوزخ کو ہانکے جائیں
گے۔

قریش نے بڑی سرگرمی سے تیاری کی اور قبائل عرب کو بھی دعوت جنگ دی۔
مردوں کے ساتھ عورتوں کی ایک جماعت بھی شامل ہوئی تاکہ ان کو مقتولین بدر کی یاد
دلا کر لڑائی پر ابھارتی رہیں۔ چنانچہ ابوسفیان کی زوجہ ہند بنت عتبہ، عکرمہ بن ابو جہل کی
زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام، حارث بن ہشام بن مغیرہ کی زوجہ فاطمہ بنت ولید
بن مغیرہ، صنوان بن امیہ کی زوجہ برزہ بنت مسعود ثقفیہ، عمرو بن عاص کی زوجہ رطلہ
بنت شیبہ مہمیہ، طلحہ جحجی کی زوجہ سلافہ بنت سعد اپنے اپنے شوہروں سمیت نکلیں۔
اسی طرح خناس بنت مالک اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ساتھ نکلی۔ کل جمعیت تین
ہزار تھی جن میں سات سو زہرہ پوش تھے۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ
اور پندرہ عورتیں تھیں۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی نام کو بھی یہ کہہ کر بھیج
دیا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ کو میرے چچا طعیمہ بن عدی کے
بدلے قتل کر دو، تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔

یہ لشکر قریش بسرکردگی ابوسفیان مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور مدینہ کے مقابل
احد کی طرف بطن وادی میں اترا۔ حضرت عباس بن عبد المطلب نے جواب تک مکہ میں
تھے۔ بذریعہ خط آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش کی تیاری کی خبر دی۔ حضور نے
حضرت انس و مونس پسیران فضالہ بن عدی انصاری کو بطور جاسوس بھیجا۔ وہ خبر لائے

اور کہنے لگے کہ مشرکین نے اپنے اونٹ اور گھوڑے عریض میں چھوڑ دیتے ہیں جنہوں نے
چراگاہ میں سبزی کا نام و نشان نہیں چھوڑا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حباب
بن منظر کو بھی بغرض تجسس بھیجا۔ وہ لشکر کی تعداد وغیرہ کی خبر لائے۔ جمعہ کی رات
(۴ اشوال) کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ایک جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانے پر
پہرہ دیتے رہے اور شہر پر بھی پہرہ لگا رہا۔ اسی رات حضور پر نور نے خواب میں دیکھا کہ
گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے۔
ایک گائے پر نظر پڑی جو ذبح کی جا رہی ہے اور آپ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔
صبح کو آپ نے تعبیر بیان فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے۔ تلوار کی شکستگی ذات شریف
پر مصیبت ہے۔ گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا کبش الکبتیہ
ہے جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ اس خواب کے سبب سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی راتے تھی کہ لڑائی کے لیے مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبداللہ بن ابی کی بھی یہی راتے تھی
حضور نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اکابر مہاجرین و انصار بھی آپ سے متفق ہو گئے۔
مگر وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے، آپ سے درخواست کرنے لگے کہ مدینہ
سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔ ان کے اصرار پر آپ نکلنے کی طرف مائل ہوتے۔ نماز جمعہ
کے بعد آپ نے وعظ فرمایا۔ اہل مدینہ و اہل عوالی جمع ہو گئے۔ آپ دولت خانہ میں
تشریف لے گئے اور دوسری زرہ پہن کر نکلے۔ یہ دیکھ کر وہ نوجوان کہنے لگے کہ ہمیں نیا
نہیں کہ آپ کی راتے کے خلاف کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”پیغمبر خدا کو شایاں

لے طبقات ابن سعد۔ بخاری شریف میں ہے کہ تلوار کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا۔ جس کی تعبیر اصحاب
اکرام کی شکستگی و ہزیمت تھی۔

لے طلحہ بن ابی طلحہ کو کبش الکبتیہ کہا کرتے تھے۔

نہیں کہ جب وہ زہ پہن لے تو اسے اتار دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اب جو میں حکم دوں وہی کرو اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر چلو۔ اگر تم صبر کرو گے تو فتح تمہاری ہوگی۔“

پھر آپ نے تین جھنڈے تیار کیے۔ اس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزیج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر کو اور مہاجر بن کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔ اس طرح آپ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ نکلے جن میں سے ایک ٹوٹنے دوہری زہ پہنی ہوئی تھی۔ حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ زہ پہنے ہوئے آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جب آپ ثنیۃ الوداع کے قریب پہنچے تو ایک فوج نظر آئی۔ آپ کے دریافت فرمانے پر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ یہود ہیں سے ابن ابی کے حلیف ہیں جو آپ کی مدد کو آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ لوٹ جائیں، کیونکہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ جب آپ موضع شیخان میں اترے تو عرض لشکر کے بعد آپ نے بعض صحابہ کرام کو بوجہ سفر سستی واپس کر دیا۔ چنانچہ اسامہ بن زید ابن عمر، زید بن ثابت، براہ بن عازب، عمرو بن حزم، اسید بن حضیر، انصاری، ابوسعید خدری، عراب بن اوس، زید بن ارقم، سعد بن عقیب، سعد بن حبیبہ، زید بن جاریہ انصاری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واپس ہوئے۔ حضرت سمر بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو پندرہ پندرہ سال کے تھے، پہلے وک دیتے گئے۔ پھر عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! رافع اچھا تیرا نذر ہے، اس لیے وہ بھی رکھ لیے گئے۔ پھر سمرہ کی نسبت کہا گیا کہ وہ کشتی میں رافع کو بچھاڑ دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ دونوں کشتی لڑیں، چنانچہ سمرہ نے رافع کو بچھاڑ دیا۔ اس طرح حضرت سمرہ بھی لیے گئے۔ رات یہیں بسر ہوئی۔ دوسرے روز باغ شوط میں جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے۔ فجر کے وقت پہنچے اور نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اسی جگہ ابن ابی اپنے

تین سو آدمی لے کر لشکر اسلام سے علیحدہ ہو گیا اور یہ کہہ کر مدینہ کو چلا آیا کہ حضرت نے ان کا کہنا میرا کہنا مانا، پھر ہم کس لیے یہاں جان دیں۔“ جب یہ منافقین واپس ہوتے تو صحابہ کرام کے ایک گروہ نے کہا کہ ہم ان سے قتال کرتے ہیں اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم قتال نہیں کرتے، کیونکہ یہ مسلمان ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ
وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا
أَتُؤَيِّدُونَ أَنْ تَهْتَدُوا مَنْ
أَمَلَ اللَّهُ لَهُ وَ مَنْ يُضِلِلِ
اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ
سَبِيلًا

اس کے بارے

(نساء - ع ۱۲)

ابن ابی کا قول سن کر خزیج میں سے بنو سلمہ اور اس میں سے بنو حارثہ نے دل میں لوٹنے کی ٹھہرائی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِنْكُمْ
أَنْ تَفْشَلُوا وَاللَّهُ وَلِيَهُمْ
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

(آل عمران ع ۱۳)

اب حضور کے ساتھ سات سو آدمی اور دو گھوڑے رہ گئے۔ آپ نے ابوہریرہ انصاری کو بطور بدرقہ ساتھ لیا تاکہ نزدیک کے راستے سے لے چلے۔ اس طرح حضور خزہ بنی حارثہ اور ان کے اموال کے پاس سے گزرتے ہوئے مربع بن قیظی منافق کے باغ کے پاس پہنچے۔ وہ نابینا تھا۔ اس نے جب لشکر اسلام کی آہٹ سنی تو ان پر خاک پھینکنے لگا۔

اور حضور انور سے کہنے لگا کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے تو میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام قتل کرنے دوڑے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو۔ یہ آنکھ کا اندھا دل کا بھی اندھا ہے، مگر حضور کے منع کرنے سے پہلے ہی سعد بن زید اشہلی نے اس پر کمان ماری اور سر توڑ دیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر لشکر اسلام نصف شوال یوم شنبہ کو کوہ احد کی شعب (درہ) میں کرانہ دادی میں پہاڑ کی طرف اترنا حضور نے صف آرائی کے لیے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو جو دادی قنات میں ہے اور اپنی باتیں طرف رکھا۔ کوہ عینین میں ایک شگاف یا درہ تھا جس میں سے دشمن عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا، اس لیے آپ نے اس درے پر اپنے پچاس پیدل تیر انداز مقرر کیے اور حضرت عبداللہ بن جبیر کو ان کا سردار بنایا اور یوں ہدایت کی: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہم کو اچک کر لے گئے ہیں، تو اپنی جگہ کو نہ چھوڑو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دی ہے اور مار کر پامال کر دیا ہے، تو بھی ایسا ہی کرنا۔

مشرکین نے بھی جو عینین میں دادی قنات کے مدینہ کی طرف کے کنارے پر شورشستان میں اترے ہوتے تھے، صفیں آراستہ کیں، چنانچہ انہوں نے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید کو میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو۔ پیدلوں پر صفوان بن امیہ کو۔ اور تیر اندازوں پر جو تعداد میں ایک سو تھے، عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا اور جھنڈا حضرت طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین کا جھنڈا بنو عبد الدار کے پاس ہے تو آپ نے لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کو دیا اور میمنہ پر حضرت زبیر بن عوام اور میسرہ پر حضرت منذر بن عامر کو مقرر فرمایا۔

مشرکین میں سب سے پہلے جو لڑائی کے لیے نکلا۔ وہ ابو عامر انصاری اوسی تھا، اس کو راسب کہا کرتے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا۔ زمانہ جاہلیت میں وہ قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے، تو وہ آپ کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ میں چلا آیا۔ اس نے قریش کو آپ سے لڑنے پر آمادہ کیا اور کہا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی، تو میرے ساتھ ہو جائے گی۔ اس لیے اس نے پکار کر کہا: اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں۔ اس نے جواب دیا: اے فاسق! تیری مراد پوری نہ ہو۔ فاسق کا نام سن کر کہنے لگا کہ میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔ اس کے ساتھ غلامان قریش کی ایک جماعت تھی۔ وہ مسلمانوں پر تیر پھینکنے لگے۔ مسلمان بھی ان پر سنگباری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

مشرکین کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا: اے مسلمانو! تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے جو تمہارے ہاتھوں مرجاتا ہے، وہ جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اور تم میں سے جو تمہارے ہاتھوں مرجاتا ہے، وہ جلد بہشت پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے جس کو میں جلد بہشت میں پہنچا دوں یا وہ مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے؟ حضرت علی ابن ابی طالب نکلے اور طلحہ کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ کھوپری پھاڑ دی اور وہ گر پڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبش الکتیبہ کے مارے جانے پر خوشی ظاہر کی۔ آپ نے تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی آپ کا اقتدا کیا۔ طلحہ کے بعد اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی آتی تھیں اور وہ ان کے آگے یہ جہز پڑھا:

وَدَعَا تَحْصِبَ الصَّعْدَةَ اَوْتَدَقَا
کمزور خون سے سرخ ہو جاتے یا ٹوٹ جاتے

اِنَّ عَلٰی اَهْلِ الْاَلْوَاءِ حَقًّا
بیشک علمبرداروں پر واجب ہے

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مقابلے کے لیے نکلے اور عثمان کے دو شانوں کے درمیان اس زور سے تلوار ماری کہ ایک بازو اور شانے کو کاٹ کر سرین تک جا پہنچی۔ حضرت حمزہ واپس آئے اور زبان پر یہ الفاظ تھے،

انا ابن ساقی الحبیج میں ساقی حجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں۔ اب میدان کارزار گرم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی۔ آپ نے فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ یہ سن کر کئی شخص آپ کی طرف بڑھے، مگر آپ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی۔ ابودجانہ (سماک بن غرثہ انصاری) نے اٹھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو دشمن پر مارے، یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابودجانہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضور نے ابودجانہ کو عنایت فرمائی۔ ابودجانہ مشہور پہلوان تھے اور لڑائی میں اگر کڑک چلا کرتے تھے۔ جب سرخ رومال سر پر باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ لڑیں گے۔ انہوں نے تلوار لے کر حسب عادت سر پر سرخ رومال باندھا اور اکڑتے تفتے نکلے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ چال خدا کو ناپسند ہے" حضرت ابودجانہ صفوں کو چیرتے اور لاشوں پر لاشے گراتے آگے دامن کوہ میں مشرکین کی عورتوں تک جا پہنچے جو بغرض ترغیب و پراشعار ذیل گا رہی تھیں،

نحن بنات الطارق نمشی علی النفاق ہم علوشرف میں، پر دین تارے ہیں ہم قالمینوں پر چلنے والیاں ہیں
ان تقبلوا لعانق او تدبروا نفاق اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گی پیچھے ہٹو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی
حضرت ابودجانہ نے تلوار اٹھائی کہ ہند بنت عتبہ کے سر پر ماریں۔ پھر بدیں خیال

رک گئے کہ یہ سزاوار نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت پر ماری جائے۔ حضرت ابودجانہ کی طرح حضرت حمزہ و حضرت علی وغیرہ بھی دشمنوں کی صف میں جا گئے اور صفوں کی صفیں صاف کر دیں۔ حضرت امیر حمزہ کو آخر کار وحشی نے جو بعد میں ایمان لائے شہید کر دیا۔ وحشی اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں: "حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن النخیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا، اس لیے میرے آقا جبریل بن مطعم نے کہا اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے بدلے میں قتل کر دے تو تو آزاد ہو جائے گا۔ جب سال عینین میں عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے اور دونوں کے درمیان ایک وادی ہے، لوگ نکلے تو میں لوگوں کے ساتھ لڑائی کو نکلا۔ جب لڑائی کے لیے صف بستہ ہوئے، تو سباع بن عبد العزیٰ نکلا اور کہا کیا کوئی مبارز ہے؟ یہ سن کر حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب اس کی طرف نکلے اور یوں خطاب کیا۔ اے سباع! اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی اتم نماز کے بیٹے! کیا تو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت حمزہ نے اس پر حملہ کر دیا، پس وہ گل گزشتہ کی طرح ہو گیا اور میں ایک پتھر کے نیچے حضرت حمزہ کی تاک میں بیٹھا تھا۔ جب امیر حمزہ مجھ سے نزدیک ہوا میں نے اپنا حربہ اس پر مارا۔ وہ اُن کی ناف و عانہ کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ ان کی دونوں میں سے نکل آیا اور یہ ان کا آخر امر تھا۔ جب لوگ واپس آئے، میں ان کے ساتھ واپس آیا اور مکہ میں مٹھہر یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ پھر دفع کے بعد طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب اہل طائف نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اپنے قاصد بھیجے تو مجھ سے کہا گیا کہ حضرت قاصدوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس لیے میں قاصدوں کے ساتھ نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا، کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے دریافت فرمایا کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ میں نے کہا ایسا ہی وقوع میں

ساتھیوں پر حملہ کیا اور سب کو شہید کر دیا۔ پھر درۃ کوہ میں سے آکر عقب سے لشکر اسلام پر ٹوٹ پڑے اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ ابلیس لعین نے پکار کر کہا اے محمد! قتل (محمد قتل ہو چکے) مسلمان سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے اور ان کے تین فرقے ہو گئے۔ فرقہ قلیل بھاگ کر مدینے کے قریب پہنچ گئے اور اختتام جنگ تک واپس نہیں آئے اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوتی ہے،

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
الَّتَقَى الْجَمْعَيْنِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ
وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

(آل عمران - ۱۶ ع)
دوسرا فرقہ یعنی اکثر صحابہ کرام سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قتل ہو گئے، حیران ہو گئے۔ ان میں سے جہاں کوئی تھا، وہیں رہ گیا اور اپنی جان کو بچا تا رہا یا جنگ کرتا رہا۔ تیسرا فرقہ جو بارہ یا کچھ اوپر اصحاب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہا۔

فتح کے بعد مسلمانوں کو جو شکست ہوئی، اس کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خلاف ورزی تھی، جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہے،
وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ
إِذْ كُنْتُمْ نَهْمٌ بِإِذْنِهِ ۚ حَتَّىٰ
إِذَا فُشِلْتُمْ وَتَنَارَ غَمُّكُمْ فِي
الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ

اور البتہ تحقیق سچا کیا ہے اور تم سے اللہ نے وعدہ اپنا جس وقت کاٹے تھے تم ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب نامروی کی تم نے اور جھگڑا کیا تم نے اپنے کام میں اور

مَا أَرْسَلَكُمْ مِمَّا تُحِبُّونَ ۖ وَمِنْكُمْ
مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ
يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَّفَكُمْ
عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ
عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۚ إِذْ تَصْعَدُونَ
وَلَا تُلُون عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ
يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَارِكُمْ
فَأَنَّا بَكَّرَكُمْ عَمَّا يَكِيدُ
تَخَرَّبُوا عَلَى مَا فَا نَكْمُ وَلَا
مَا آصَابَكُمْ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ

(آل عمران - ۱۶ ع)
خالد بن ولید کے حملے پر مسلمانوں میں جو لوٹنے میں مشغول تھے، ایسی ابتری سرسبکی پھیلی کہ اپنے بیگانے میں تمیز نہ رہی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کے والد حضرت یمان کو مسلمانوں ہی نے شہید کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت کی آواز نے بڑے بڑے بہادروں کو بدحواس کر رکھا تھا۔ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! میں پہلے قتال میں کہ آپ نے بذات شریف مشرکین سے کیا ہے، حاضر نہ تھا۔ اگر خدا تعالیٰ مجھے مشرکین کے قتال میں حاضر کرے تو

دیکھتے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کا دن آیا اور مسلمانوں نے شکست کھائی تو کہا، یا اللہ! میں عذر چاہتا ہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا — یعنی اصحاب کرام نے۔ اور بیزار ہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا یعنی مشرکوں نے۔ پھر لڑائی کے لیے آئے۔ حضرت سعد بن معاذ ان کو ملے۔ ابن نصر نے کہا سعد! میں بہشت چاہتا ہوں اور نصر کے رب کی قسم کہ میں اُحد کی طرف سے اس کی خوشبو پاتا ہوں۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ! میں نہ کر سکا جو ابن نصر نے کیا۔ انس بن مالک کا قول ہے کہ ہم نے ابن نصر پر اسی سے کچھ زیادہ تلوار و نیزہ و تیر کے زخم پائے۔ اور وہ شہید تھے۔ مشرکین نے ان کو منہ کر دیا تھا۔ ان کو فقط ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آیت ذیل میں ابن نصر اور اس کی مثل دوسروں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا
مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ
فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ
وَمَا
بَدَلُوا تَبْدِيلًا ۝

(احزاب - ع ۳)

مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا
انہوں نے اس چیز کو عہد باندھا تھا اللہ سے
اس پر ہیں بعض ان میں سے وہ ہے کہ پورا
کر چکا کام اپنا اور بعض ان میں سے وہ ہے
کہ انتظار کرتا ہے اور نہیں بدل ڈالا انہوں
نے کچھ بدل ڈالا۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت ابن نصر نے راستے میں مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو دیکھا جس میں حضرت فاروق اعظم و طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ ابن نصر نے ان سے پوچھا کہ کیوں بیٹھ رہے ہو؟ انہوں نے

لہ صحیح بخاری - کتاب الجہاد - باب قول اللہ عزوجل من المؤمنین صدقوا ما
عاهدوا اللہ علیہ - (الآیہ)

جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہادت پا چکے ہیں۔ ابن نصر نے کہا کہ حضور کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ تم بھی اسی طرح دین پر شہید ہو جاؤ۔ پھر ابن نصر نے جنگ کیا اور شہید ہو گئے۔

حضرت ابن نصر کی طرح حضرت ثابت بن وحارح آئے اور انصار سے یوں خطاب کیا: اے گروہ انصار! اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو چکے تو اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے مرنے نہیں۔ تم اپنے دین کے لیے لڑو! یہ کہہ کر انہوں نے چند انصار کے ساتھ خالد بن ولید کی فوج پر حملہ کیا، مگر خالد بن ولید نے ان کو شہید کر دیا۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری نے حضور کو پہچانا۔ سر مبارک پر مغفرت تھا جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکار کر کہا کہ مسلمانو تم کو بشارت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ہیں۔ یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور آپ حضرت ابوبکر صدیق - عمر فاروق - علی المرتضیٰ - طلحہ بن عبید اللہ - زبیر بن العوہ اور حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اپنے اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے مہٹ کر اسی رخ پر زور دیا۔ وہ بار بار ہجوم کر کے حملہ آور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور نے فرمایا: کون مجھ پر جان دیتا ہے؟ حضرت زیاد بن سکن پانچ یا سات انصاری ساتھ لے کر حاضر ہوئے، جنہوں نے یکے بعد دیگرے جانا بازی سے لڑ کر اپنی جانیں فدا کر دیں۔

عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر حضور اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دانت مبارک

لہ سیرت ابن ہشام

لہ اصحاب ترجمہ ثابت بن وحارح

رباعی نبی سفلی، شہید کر دیا۔ اور نیچے کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ ابن قثم لعین نے چہرہ مبارک ایسا زخمی کر دیا کہ خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے اور آپ ان گلوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے بدیں غرض کھودے تھے کہ مسلمان بے علی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور فرما رہے تھے کیف یفلح قوم شیوانیہم۔
 ردہ قوم کیا فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:
 کَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ تَرَىٰ اخْتِيارَ كَافٍ يَأْتِيانِكَ يَوْمَئِذٍ
 أَوْ يُتَوَّبَ عَلَيْهِمْ وَأُيْعَذَ بِهِمْ يَأْتِيانِكَ يَوْمَئِذٍ فَانْتَبِهْ
 فَانْتَبِهْ طَلِيسُونَ رَأَىٰ لَمْرَأَتُهُ

حضرت علی مرتضیٰ نے حضور انور کا ہاتھ مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا، تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا تو دوسرا نکل گیا۔ حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان نے حضور کا خون چوس کر پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرے کا خون پونچھ رہے تھے کہ مبادا زمین پر گر پڑے تو عذاب نازل ہوا اور یوں فرما رہے تھے:
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے)
 اس موقع پر بعض اصحاب نے جان بازی کی خوب داد دی، چنانچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سے تیر روکے کہ ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ حضور کے آگے ڈھال بنے کھڑے
 لے ابن جوزی اور خطیب نے تاریخ میں محمد بن یوسف حافظ فریابی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رباعیہ توڑا تھا، اس کے گھر جو بچہ پیدا ہوتا، اس کا رباعیہ نہ آگتا۔ (ذرقانی علی المواہب - جز اول ص ۲۸)

تھے۔ ان کی پشت پر تیر لگ رہے تھے، مگر اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی حضور انور کی مدافعت میں تیر چلائے تھے اور کہہ رہے تھے آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور خود ان کو اپنے ترکش میں تیر دیتے تھے اور فرماتے تھے "پھینکتے جاؤ؟"

حضرت ابولطعمہ انصاری بڑے تیر انداز تھے، انہوں نے اس قدر تیر برساتے کہ دو تین کانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ میں رہ گئیں۔ وہ حضور انور پر چمڑے کی ڈھال کی اوٹ بنائے کھڑے تھے۔ حضور کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی طرف دیکھتے۔ تو حضرت ابولطعمہ عرض کرتے: آپ پر میرے ماں باپ قربان! گردن اٹھا کر نہ دیکھئے ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ آپ کے سینے کے لیے ڈھال ہے۔ حضرت شماس بن عثمان قرشی مخزومی تلوار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدافعت کر رہے تھے۔ داتیں باتیں جس طرف سے دار ہوتا تھا، وہ ڈھال کی طرح آپ کو بچا رہے تھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ابھی رقت حیات باقی تھا کہ ان کو اٹھا کر مدینے میں حضرت اتم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے گئے۔ وہاں ایک دن رات زندہ رہ کر وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن ڈھال کے سوا مجھے کوئی ایسی چیز نہ سوجھی کہ جس سے شماس کو تشبیہ دوں۔ اسی طرح سہل بن حنیف انصاری اسی تیروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے: "سہل کو تیر دو۔" حضرت قتادہ بن نعمان انصاری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بچانے کے لیے اپنا چہرہ سامنے کیے ہوتے تھے آخر کار ایک تیر ان کی آنکھ میں ایسا لگا کہ کہ ڈیلا رخسار پر آگرا حضور نے اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی: "خدا یا! تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے۔" پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے تیز اور زیادہ خوبصورت ہو گئی۔

انہوں نے جنگ میں مشرکین کی عورتیں شہدائے عظام کو مثلہ بنانے میں مشغول تھیں۔
عتبہ کی بیٹی ہند نے اپنے پاؤں کے کڑے، بالیاں اور ہار حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے قاتل وحشی کو دے دیئے اور خود شہداء کے کافوں اور ناکوں سے اپنے واسطے کڑے
بالیاں اور ہار بنائے اور حضرت حمزہ کے جگر کو چھاؤں پر پھینکا۔ نکل نہ سکی تو پھینک دیا۔
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمبردار لشکر اسلام نے بھی آقائے نامدار
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی جان فدا کر دی۔ جب ابن قتیہ لعین حضور کے قتل کے ارادے
سے حملہ آور ہوا تو حضرت مصعب نے مدافعت کی، مگر شہید ہو گئے۔ حضرت محمد بن سحر جیل
عبدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصعب کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا
بائیں ہاتھ میں لے لیا اور وہ کہہ رہے تھے: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (الآیہ)
پھر بالیاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھک کر جھنڈے کو دونوں بازوؤں کے ساتھ سینے سے
لگا لیا اور آیہ مذکور زبان پر جاری تھی۔ راوی کا قول ہے کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی
مگر اس دن اللہ تعالیٰ نے سبحان قول قائل قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ ان کی زبان پر جاری
کر دی تھی۔ حضرت مصعب کے بعد اسلامی جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ کو دیا گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعب پر چڑھے تو ابی بن خلف سامنے آکر
کہنے لگا: اے محمد! اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اگر
اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کر دے۔ حضور نے اجازت نہ دی، اور
بذات شریف حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے فقط
خراش آئی اور ہونہ نکلا۔ ابی مذکور مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے
جسے میں بلا ناغہ ہر روز آٹھ یا دس صیر بختہ ذرہ دجوارم کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو

نہ سیرت ابن ہشام

تفسیر درمنثور للسيوطی بحوالہ طبقات ابن سعد

قتل کروں گا۔ آپ فرماتے: بلکہ میں انشاء اللہ تم کو قتل کروں گا۔ جب وہ قریش میں
واپس گیا تو کہنے لگا اللہ کی قسم مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ وہ کہنے لگے تو بے دل ہو گیا ہے
اس خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اس نے کہا کہ مکہ میں مجھے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔
سو اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تنہا دیتے تو میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس
دشمن خدا کو مکہ کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں مقام سرف پر ٹہر گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعب کے دہانے پر پہنچے تو حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہر اس رکند سے اپنی ڈھال پانی سے بھر لائے تاکہ حضور پتلیں مگر
آپ نے اس میں بُو پانی اور نہ پیا۔ حضرت علی نے اس سے حضور کے چہرے سے خون دھوا
اور سر مبارک پر گرایا۔ اس وقت حضور نے فرمایا: اِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَيَّ مَنْ
دَفَى وَجْهَهُ نَبِيٍّ۔

مشرکین اب تک تعاقب میں تھے، چنانچہ جب آپ اصحاب مذکورہ بالا کے
ساتھ شعب میں تھے تو ان کے سواروں کا ایک دستہ بسر کر وگ خالہ بن ولید پہاڑ پر
چڑھا۔ آپ نے دُعا فرمائی کہ خدایا! یہ ہم پر غالب نہ آئیں۔ پس حضرت عمر فاروق اور
مہاجر بن ابی سفیان نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کو پہاڑ سے اتار دیا۔ یہاں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھنے لگے۔ تو ناتوانی اور دہری زرف کے
سبب سے چڑھ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ ان کی پشت
پر سے چڑھ گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا: ادعبل طلحۃ یعنی حضرت طلحہ نے وہ
کام کیا کہ جس سے وہ بہشت کے مستحق ہو گئے۔ اس روز زخموں کی وجہ سے حضور نے
نماز ظہر بیٹھ کر ادا کی اور مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔

جب ابوسفیان نے میدان سے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو سامنے کی ایک پہاڑی

لہ اللہ تعالیٰ کا غضب سخت ہے اس پر جس نے اس کے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر دیا (سیرت ابن ہشام)

پر چڑھو ڈرا اور پکارا کیا تم میں محمد ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ اس کا جواب نہ دو۔ اس نے پھر پکارا: کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا جواب نہ دو۔ اس نے پھر پکارا کیا تم میں ابن خطاب ہے؟ جب جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ یہ سب مارے گئے۔ کیونکہ اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمر سے رہا نہ گیا بول اٹھے: اودھن خدا تو نے جھوٹ کہا۔ وہ سب زندہ ہیں۔ اللہ نے تیرے واسطے وہ باقی رکھا ہے جو تجھے غمگین کرے گا۔ (فتح کے دن)

ابوسفیان بولا:

أَعْلُ هُبَلِ اے ہبل تو ادبچارہ

صحابہ کرام نے حسب ارشاد حضور جواب دیا:

اللَّهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ اللہ ادبچارہ اور بڑا ہے

ابوسفیان بولا:

لَنَا الْحَزَى وَلَا عَزَى ہمارے پاس عزّی ہے تمہارے پاس لکھم

صحابہ کرام نے حسب ارشاد نبوی جواب دیا:

اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْتَى اللہ ہمارا ناصر و مددگار ہے اور تمہارا لکھم۔ کوئی ناصر نہیں۔

ابوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ لڑائی میں کبھی جیت کبھی ہار ہوتی ہے۔ تم اپنی قوم میں کان ناک کٹے پاؤ گے۔ میں نے اپنی فوج کو حکم نہیں دیا، مگر اس پر کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔ اس کے بعد ابوسفیان یہ کہہ کر واپس ہوا کہ ہمارا اور تمہارا مقابلہ آئندہ سال موسم بدر میں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا

لہ صحیح بخاری۔ خزوة احد۔

کہ کہہ دیجئے ہاں بدر ہمارا اور تمہارا موعده ہے۔ اس طرح جب مشرکین مکہ کو لوٹے تو صحابہ کرام کو خدشہ ہوا کہ مبادا وہ مدینہ کا قصد کریں۔ اس لیے حضور نے علی مرتضیٰ کو ذریافت حال کے لیے بھیجا اور فرمادیا کہ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو پہلو میں خالی لیے جا رہے ہوں۔ تو سمجھنا کہ وہ مکہ کو جا رہے ہیں۔ اگر اس کا عکس کریں تو مدینہ کا قصد رکھتے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ خبر لائے کہ وہ اونٹوں پر سوار گھوڑوں کو خالی لے جا رہے ہیں اور مکہ کی طرف متوجہ ہیں۔ سنبلی فی قلوب الذین کفروا (الزعم ۱۶) مشرکین کے اسی فرار کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔

نوائین اسلام نے بھی اس غزوہ میں حصہ لیا، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ اور ام سلیم والدہ حضرت انسؓ، پانچے چڑھائے ہوئے کہ جس سے ان کے پاؤں کی جھانجھیں نظر آتی تھیں، مشکیں بھر کر لاتی تھیں اور مسلمان کو پانی پلاتی تھیں۔ جب مشکیں خالی ہو جاتیں تو پھر بھر لاتیں اور پلاتیں۔ حضرت ام سلیطہ والدہ حضرت ابوسعید خدریؓ، بھی یہی خدمت بجالا رہی تھیں۔ حضرت ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ اور حمہ بنت جحش (ام المؤمنین زینب کی بہن) پانی پلاتیں اور خیموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ نسیم بنت کعب انصار (زوجہ زید بن عاصم انصاری مازنی) اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کے ساتھ مشک لے کر نکلیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند جانباڑہ گئے تو یہ حضور کے پاس پہنچیں اور تیر اور تلوار سے کافروں کو روکتی رہیں۔ جب ابن قتمیہ یعنی حضور کی طرف بڑھا تو حضرت مصعب بن عمیر اور چند اور مسلمان مقابل ہوئے۔ ان میں ام عمارہ بھی تھیں۔ ابن قتمیہ نے ان کے کندھے پر ایسی ضرب لگائی کہ غار پڑ گیا۔ ام عمارہ نے بھی کسی وار کیے، مگر وہ دشمن خدا دوسری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے کارگر نہ ہوئے۔ حضرت صفیہ (حضرت امیر حمزہ کی بہن) مسلمانوں کی شکست پر احد میں نیزہ ہاتھ میں لیے آئیں اور بھاگنے والوں کے منہ پر مار کر کہتی تھیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھو کر بھاگتے ہو۔ پھر بھاتی کی لاش دیکھ کر بڑے استقلال سے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور دعائے مغفرت کی۔

جب شریکین میدان کارزار سے چلے گئے تو مدینہ کی عورتیں صحابہ کرام کی مدد کو نکلیں ان میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جب حضرت فاطمہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو خوشی کے مارے حضور کے گلے پٹ گئیں اور آپ کے زخموں کو دھونے لگیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دھال سے پانی گرا رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے زیادہ خون نکل رہا ہے تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر لگا دیا جس سے خون بند ہو گیا۔ پھر حضور نے فرمایا: اِسْتَدَّ عَضْبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ دَمُوا دَجَّةَ رَسُوْلِهِ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو حضرت سعد بن ربیع کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت سعد کو مقتولین میں زخمی پایا (ان پر تیر تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے) ان میں فقط رتی حیات باقی تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں دیکھوں کہ تم زندوں میں ہو یا مردوں میں۔ حضرت سعد نے دھیمی آواز میں جواب دیا: میں مردوں میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ سعد بن ربیع آپ سے گزارش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اچھی سے اچھی جزا دے جو اس نے کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میرا سلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ اگر کوئی دشمن تمہارے پیغمبر تک رہا راہ قتل پہنچ جائے اور تم میں سے ایک بھی زندہ ہو تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عند قبول نہ ہوگا۔ حضرت سعد یہ کہہ کر واصل ہو گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور کی خدمت میں صورت حال عرض کر دی۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے، اس نے حیات و موت میں خدا و رسول کی خیر خواہی کی۔

اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم ویش شہید ہوئے۔ ابن بخاری نے ان سب کے نام دیئے ہیں جن میں چار مہاجرین میں سے اور باقی پھیا سٹھ انصار میں سے ہیں۔ ۱۔ اختتام جنگ پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء کرام کی لاشوں پر تشریف لے گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا کہ ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گزرا۔ حضرت حمزہ ساتوں آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول لکھے گئے، پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا: ۲۔

اَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ میں قیامت کے دن ان کا شفیع ہوں بعد ازاں حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا کہ عموماً دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا اور ان شہداء پر اس وقت نماز جنازہ نہ پڑھی گئی، بلکہ بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دفن کر دیئے گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سید الشہداء امیر حمزہ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا، مگر چادر کوتاہ تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو قدم ننگے رہتے۔ قدموں کو ڈھانپتے تو منہ ننگا رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منہ کو ڈھانپ دو اور قدموں پر عمل ڈال دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ۳۔ حضرت مصعب بن عمیر جب شہید ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک کلمی تھی۔ اس سے سر ڈھانپنے تو پاؤں ننگے رہتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے سر کلمی سے ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں اذخر گھاٹش سے چھپا دیے گئے۔

حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کا بھتیجا حارث بن عتبہ بن قابوس بکریاں چراتے مدینہ میں آئے۔ جب معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ احد پر تشریف لے گئے ہیں، تو اسلام لاکر حاضر خدمت ہوئے۔ خالد و عکیرہ کے حملہ کے وقت حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی بہادری سے لڑے۔ مشرکین کا ایک دستہ آگے بڑھا تو آپ نے تیروں سے ہٹا دیا۔ دوسرا آیا تو اسے تلوار سے بھگا دیا۔ تیسرا آیا تو تلوار سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کا بھتیجا بھی اسی طرح لڑکر شہید ہوا۔ مشرکین نے حضرت وہب کو بُری طرح سے شکہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے مگر دونوں لاشوں پر کھڑے رہے اور حضرت وہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ فَإِنَّ عَنَّا رَاحِلَ۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ میں تجھ سے راضی ہوں۔

حضرت وہب کو لحد میں رکھا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا سر ان ہی کی چادر سے چھپا دیا، مگر وہ چادر ان کی نصف ساق تک پہنچی۔ اس لیے حضور کے ارشاد سے پاؤں پر حمل ڈال دی گئی۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن ابی وقاص تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش ہم خدا تعالیٰ سے مزنی کے حال میں ملیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام کا جنازہ اٹھایا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روئے والی عورت کی آواز سنی اور دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا کہ مقتول کی بہن یا چھوٹی بہن ہے۔ فرمایا کہ یہ کیوں روتی ہے؟ یا فرمایا کہ نہ روتے، کیونکہ جنازہ اٹھنے تک فرشتے اسے اپنے بازوؤں سے سایہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ ترمذی (ابواب تفسیر القرآن) میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے فرمایا کہ تو غمگین کیوں ہے؟ میں نے

عرض کیا یا رسول اللہ! میرا باپ اُحد کے دن شہید ہو گیا اور قرض و عیال چھوڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ خدا تعالیٰ تیرے باپ سے کس طرح ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کبھی شہدائے احد میں سے کسی سے بے پردہ کلام نہیں کیا، مگر تیرے باپ سے روبرو کلام کیا اور کہا مجھ سے مانگ کہ تجھے عطا کروں۔ تیرے باپ نے کہا، اے پروردگار! تو مجھے حیاتِ دنیوی عطا کر تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ رب عزوجل نے کہا کہ میری طرف سے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ دمر کر دیتا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۖ (آیہ) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام بھی ایک کھلی میں دفن ہوتے تھے۔ پاؤں حریل سے چھپا دیئے گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر تیر اندازوں کے امیر تھے۔ جب ان کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے تو مشرکین نے ان پر حملہ کر دیا، وہ سب شہید ہو گئے، مگر اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ حضرت عبداللہ پہلے دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزہ سے کام لینے لگے۔ جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ کفار نے آپ کے جسد کو بُری طرح سے شکہ کر دیا تھا۔ آپ کے بھائی حضرت خوات بن جہیر نے کانوں سے گرٹھا کھود کر آپ کو دفن کر دیا۔

حضرت عمرو بن جموح لنگڑے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ معذور ہیں۔ آپ پر جہاد فرض نہیں، مگر وہ مسلح ہو کر نکلے اور کہنے لگے کہ مجھے امید ہے کہ میں اسی طرح بہشت میں ٹہلا کروں گا۔ پھر قبہ رو ہو کر یوں دعا کی: خدایا مجھے شہادت نصیب کر اور اپنے اہل کی طرف محروم واپس نہ لا، چنانچہ اُحد میں شہید ہو گئے۔

اشنا تے جنگ میں ایک مسلمان کھڑا ہوا کجھویر کھا رہا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں مارا گیا تو کہاں ہو گا؟ آپ نے فرمایا: بہشت میں۔ یہ سن کر اس نے کجھویر ہاتھ سے پھینک دیں اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ لہ
شہدائے کرام کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کو واپس آئے۔ راستے میں جو عورتیں اپنے اہل و اقارب کا حال دریافت کرتی تھیں حضور بتاتے جاتے تھے آپ بنو دینار کی ایک عورت کے برابر سے گزرے جس کا شوہر اور بھائی اور باپ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ لوگوں نے اسے یتیموں کی شہادت کی خبر دی تو اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بخیر ہیں۔ کہنے لگی کہ مجھے دکھا دو تاکہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں، چنانچہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ اس نے جب حضور انور باری ہودامی کو دیکھا تو پکار اٹھی:

كُلُّ مُصِيبَةٍ مَّ بَعْدَكَ جَلَلٌ۔
آپ کے ہوتے ہوئے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے
جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصار کے محلہ بنی عبدالاشہل میں پہنچے تو ان کی عورتوں کو دیکھا کہ اپنے مقتولین پر رو رہی ہیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور زبان مبارک سے نکلا:

أَمَّا حَمْرَاءُ فَلَا بَوَاقِي لَهَا
لیکن حمزہ کے لیے کوئی رشتہ دایاں نہیں
یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ ان عورتوں کے پاس گئے اور کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے در دولت پر جا کر انہوں کو رو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بھی شامل گریہ ہو گئیں۔ حضور

لہ سیرت ابن ہشام

لہ طبقات ابن سعد

علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گئے اور ہم رو رہی تھیں۔ آپ نے جاگے نماز عشاء پڑھی اور سو گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی اور رونے کی آواز سنی تو فرمایا کیا تم اب تک رو رہی ہو۔ یہ فرما کر آپ نے رونے والیوں کو نصحت کیا اور ان کیلئے ان کے ازواج و اولاد کے لیے دُعائے خیر فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے نوحہ سے منع فرما دیا۔

اس واقعہ سے آٹھ برس کے بعد ایک روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرف کو نکلے اور شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے نمبر بنیف پر رونق افروز ہو کر یہ خطبہ دیا۔ لہ

إِنِّي قَرِطٌ لَّكُمْ وَ إِنِّي
وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي
الَّذِي وَ إِنِّي أُعْطِيتُ
مَفَاحِجَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ
أَوْ مَفَاحِجَ الْأَرْضِ وَ إِنِّي
وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ
أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ
أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ
تَنَافِسُوا فِيهَا۔
بے شک میں تمہارے واسطے قرط
(پیشرو) ہوں۔ اللہ کی قسم میں
اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا
ہوں۔ بے شک مجھے زمین کے
خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں
عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم مجھے یہ
ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک
بن جاؤ گے لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا
میں پھنس جاؤ۔

لہ بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الشہید
لہ فوطا آنکھ پیش قوم رو دتا اسباب آنکھور رادرست کند۔ منتهی الادب

غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ ماہ ربیع الاول سنہ ۶ میں ہوا جس کی وجہ سے نقص عہد سابق تھی۔ بنو عامر کے دو شخص جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عہد تھا۔ مدینہ منورہ سے اپنے اہل کی طرف نکلے۔ راستے میں عمرو بن امیہ ضمری ان سے ملا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ رسول اللہ کے جوار میں ہیں۔ اس نے دونوں کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطالبہ دیت کے لیے بنو نضیر سے مدد مانگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ تشریف رکھیے۔ ہم مشورہ کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم وغیرہم کے ساتھ ان کی ایک دیوار تک بیٹھ گئے۔ یہود نے بجائے مدد دینے کے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ بے خبری میں دیوار پر سے آپ پر چکنی کا پاٹ پھینک دیں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اطلاع کر دی۔ آپ فوراً دہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور جنگ کے لیے تیار ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ بنو قریظہ بھی برسبر پیکار تھے۔ آخر کار آپ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا۔ بدیں شرط کہ ان کو اجازت دی کہ جو مال وہ اونٹوں پر لے جا سکیں، چنانچہ وہ اپنے اموال لے کر خیبر میں اور بعضے ذرا واقع شام میں چلے گئے، مگر بنو قریظہ پر آپ نے احسان کیا کہ ان کو امن دے دیا۔ جمادی الاولیٰ میں غزوہ ذات الرقاع ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو حارث اور بنو ثعلبہ کے قصد سے نجد کی طرف نکلے، مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔ امام بخاری نے اس غزوہ کو غزوہ خیبر کے بعد بتایا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزوہ دو دفعہ ہوا ہو۔ صلوة الخوف سب سے پہلے اسی غزوہ میں پڑھی گئی۔ اس میں غوث بن حارث کا قصہ پیش آیا۔

لہ صحیح بخاری مع تفسیر باب حدیث بنی نضیر۔

غزوہ دومتہ الجندل

ماہ ربیع الاول سنہ ۶ میں دومتہ الجندل پیش آیا، مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔ شعبان میں غزوہ مرسیع یا غزوہ بنی المصطلق ہوا جس میں بنو المصطلق مغلوب ہوئے۔ قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقوں نے جو تہمت لگائی تھی، وہی غزوہ سے واپسی پر پیش آیا۔

غزوہ احزاب

ماہ ذی قعدہ سنہ ۶ میں غزوہ احزاب یا غزوہ خندق واقع ہوا۔ بنو نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں آ رہے تھے۔ انہوں نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا اور دیگر قبائل عرب (غطفان۔ بنو سلیم۔ بنو مرہ۔ اشجع۔ بنو اسد) وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض قریش و یہود و قبائل عرب بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ چونکہ اس غزوہ میں تمام قبائل عرب و یہود شامل تھے۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوہ احزاب (حزب بمعنی طائفہ) کہتے ہیں۔ کفار کی تیاری کی خبر سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت نہیں۔ مدینہ اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھود کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستورات اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں

لہ یہ موضع دشمن و مدینہ منورہ کے درمیان دشمن سے سات منزل پر ہے۔

بھیج دیا اور بذات شریف تین ہزار کی جمیعت کے ساتھ شہر نکلے اور سامی طرف میں
 سلج کی پہاڑی کو پس پشت رکھ کر خندق کھودی۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوہ خندق
 بھی کہتے ہیں۔ خندق کھودنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغرض ترغیب خود شامل
 تھے۔ کفار نے ایک ماہ محاصرہ قائم رکھا۔ وہ خندق کو عبور نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے
 دُور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ ایک روز قریش کے کچھ سوار عمرو بن عبد وغیرہ
 ایک جگہ سے جہاں سے اتفاقاً عرض کم رہ گیا تھا۔ خندق کو عبور کر گئے۔ عمرو مذکور نے
 مبارز طلب کیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا۔
 یہ دیکھ کر باقی سہرا ہی بھاگ گئے۔ آخر کار قریظہ و قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور باوجود
 سردی کے موسم کے ایک رات بادِ ضرر کا ایسا طوفان آیا کہ خمیوں کی طنائیں اکھڑ گئیں اور
 گھوڑے چھوٹ گئے۔ کھانے کے دیگے چوہوں پر الٹ الٹ جاتے تھے۔ امتداد
 محاصرہ کے سبب سے سامانِ رسد بھی ختم ہو چکا تھا، اس لیے قریش و دیگر قبائل
 محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے آئے۔ اس غزوہ میں
 شدت قتال کے وقت عصر و مغرب اور بقول بعض ظہر بھی قضا ہو گئی تھی۔ شہداء
 کی تعداد چھ تھی۔ جن میں اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
 ان کی رگ اکھل تیر لگنے سے کٹ گئی۔ مسجد میں رفیدہ انصاریہ کا خیمہ تھا جو زخمیوں
 کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو علاج کے لیے اسی خیمہ میں بھیج دیا، مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوئے اور ایک ماہ کے
 بعد انتقال فرما گئے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعدد
 معجزے ظہور میں آئے۔

لے کفار کا بڑے زور شور سے مدینہ پر حملہ کرنا، مخلصوں کا ثابت قدم رہنا اور منافقوں سے کلماتِ لفاق
 کا سرزد ہونا اور طوفانِ باد سے لشکرِ کفار کا برباد ہونا۔ یہ سب کچھ سورۃ احزاب میں مذکور ہے۔

غزوہ بنی قریظہ

جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے تو
 نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کا حکم آیا۔ بنو قریظہ نقص عہد کر کے احزاب کے ساتھ
 مل گئے تھے، اس لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین ہزار کی جمیعت کے ساتھ روانہ
 ہوئے اور پچیس دن ان کو محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار انہوں نے حضرت سعد بن معاذ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم منظور کر لیا۔ حضرت سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کیے
 جائیں۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت سمجھا جائے۔
 اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
 قَضَيْتُ بِحُكْمِ اللَّهِ
 (استثنا۔ باب ۲۰۔ آیت ۱۰)

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔ اسی سال رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا جن کا قصہ
 قرآن کریم میں مذکور ہے۔

بیعتِ رضوان اور صلح حدیبیہ

ماہِ جمادی الاول ۶ سنہ میں غزوہ بنی لحيان پیش آیا، مگر مقابلہ نہ ہوا۔ ماہِ یلقعہ
 میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار چار سو صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے
 عمرہ کے ارادہ سے نکلے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ تھیں۔ جب آپ ذوالحلیفہ

میں پہنچے جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانیوں کو تقلید اشعار کیا۔ یہاں سے آپ نے حضرت بسر بن سفیان کو قریش کی طرف بطور جاسوس بھیجا۔ جب آپ عسکان کے قریب غدیر اسطاط میں پہنچے تو آپ کا جاسوس خبر لایا کہ قریش حلفاء سمیت مکہ سے باہر مقام بلدرج میں جمع ہیں اور آمادہ ہیں کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ حلفاء کے اہل وعیال کو گرفتار کیا جائے تاکہ اگر وہ ان کی مدد کو آئیں تو ہمیں تنہا قریش سے مقابلہ کرنا پڑے حضرت ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں۔ آپ کا ارادہ کسی سے لڑائی کا نہیں۔ آپ بیت اللہ کا رخ کریں جو ہمیں اس نے روکے گا، ہم اس سے لڑیں گے۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب آپ حدیبیہ کے قریب تینۃ المرہ میں پہنچے جہاں سے اتر کر قریش کے پاس پہنچ جاتے، تو آپ کی ناقہ قصوار بیٹھ گئی۔ ہر چند اٹھانے کی کوشش کی گئی مگر نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا: "قصوار کی نہیں اور نہ رکن اس کی عادت ہے، بلکہ خدائے حابس الفیل نے اسے روک لیا ہے" قسم ہے جنت کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قریش مجھ سے کسی ایسی حاجت کا سوال نہ کریں گے جس سے وہ حرمت اللہ کی تعظیم کریں، مگر وہ انہیں عطا کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے قصوار کو جھڑک دیا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ مڑ کر حدیبیہ کی پر طرف ایک کنوئیں پر اترے جس میں پانی کم تھا۔ موسم گرما تھا، پانی جلدی ختم ہو گیا اور آپ کی خدمت اقدس میں پیاس کی شکایت آئی۔ آپ نے پانی کی ایک گلی کنوئیں میں ڈال دی جس سے پانی بکثرت اُٹھ آیا۔ اصحاب فیل کی طرف اشارہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے فیل کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ جان و مال کا نقصان اور بیت اللہ کی بے حرمتی نہ ہو اور اس کے حبیب پاک پر غلامی کا دھبہ نہ لگے۔ اسی قسم کے امور کے لیے خدا تعالیٰ نے قصوار کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

یہ حدیبیہ مکہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ہو گیا اور چھانگل میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ان دونوں معجزوں کا ذکر سیرت رسول عربی میں آئے گا۔ اسی اشارہ میں بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم کے چند اشخاص کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ قبائل کعب بن لوی اور عامر بن لوی حدیبیہ کے آپ کثیر پراتے ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ دودھیل اونٹنیاں اور عورتیں بچوں سمیت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آتے، بلکہ صرف عمرہ کے ارادے سے آتے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو ہم ایک مدت کے لیے ان سے جنگ کا التوا کر دیتے ہیں۔ باقی لوگوں سے اگر وہ چاہیں تو ہم ایک مدت کے لیے ان سے جنگ کا التوا کر دیتے ہیں۔ باقی لوگوں سے ہم خود سمجھ لیں گے۔ اگر میں غالب آجاؤں اور بصورت غلبہ وہ میری اطاعت میں آجائیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا تو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں ان سے ضرور لڑتا رہوں گا، یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں۔ اللہ اپنے دین کی ضرورت کرے گا۔

بدیل نے عرض کیا کہ میں آپ کا یہ ارشاد و گرامی ان تک پہنچا دوں گا، چنانچہ وہ قریش میں آکر کہنے لگا کہ میں اس مرد (رسول اللہ) کا قول سن آیا ہوں۔ اگر چاہو تو لوگوں کو گراؤں ان میں سے ایک نادان بولا کہ ہم اس کی کسی بات کے سننے کے لیے تیار نہیں۔ ایک صاحب الرائے نے کہا کہ بیان کیجیے جو اس سے سن آئے ہو۔ اس پر بدیل نے بیان کر دیا۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا کہ اس نے ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ وہ قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو، چنانچہ عروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بدیل کی طرح

لے بدیل مذکور فتح مکہ کے دن ایمان لایا۔ قبیلہ خزاعہ نے زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کے عہد سے موالات کیا تھا۔ اسی کی رو سے بدیل کا اس موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہونا بغرض خیر خواہی تھا۔

کلام کیا اور وہی جواب پایا۔ عروہ نے یہ الفاظ دیکھے ان سے ضرور لڑتا رہوں گا، میں عرض کیا: "اے محمد! بتائیے اگر آپ نے اپنی قوم کو بالکل ہلاک کر دیا۔ کیا آپ نے عرب کسی کی بابت سنا ہے کہ اس نے آپ سے پہلے اپنے اہل کو ہلاک کر دیا ہو اور اگر قریش غالب آگئے تو آپ ان سے امن میں نہ رہیں گے، کیونکہ اللہ کی قسم میں ہزار دکنہ ہوں اور اخلاط کو دیکھتا ہوں جو اس لائق ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جاتیں۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا: امسک بقرات۔ کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جاتیں گے۔ اس پر عروہ بولا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا: ابو بکر! پس وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مخاطب ہوا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھ پر تیرا احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں نے نہیں دیا تو میں تجھے جواب دیتا۔"

پھر وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ آپ سے کلام کرتا، تو (حسب عادت عرب) آپ کی ریش مبارک کو چھوتا۔ اس وقت مغیرہ بن شعبہ خود سر پر تلوار ہاتھ میں لیے آپ کے سر مبارک پر کھڑے تھے۔ جب عروہ اپنے ہاتھ ریش مبارک کی طرف بڑھتا تو مغیرہ بغرض تعظیم نیام شمشیر اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ ریش مبارک سے ہاتھ ہٹاؤ۔ عروہ نے آنکھ اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ (تیرا بھتیجا) مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے یہ سن کر کہا ادبے و فاء! کیا

اے عربی میں معصن بقرالام گالی ہے۔ حضرت ابو بکر نے ام کے بجائے لات کہہ دیا۔ اس میں عروہ اور اس کے معبود کی تحقیر ہے۔ وہ لات کو خدا کی بیٹی کہا کرتے تھے، لہذا عروہ پر چوٹ ہے کہ لات اگر خدا کی بیٹی ہے، تو اس کے لیے وہ چاہیے جو عورتوں میں ہے۔

تو ایک دفعہ عروہ کو دیت دینی پڑی تھی، اس میں حضرت ابو بکر نے عروہ کو مدد دی تھی۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔

میں تیری دیت میں کوشش نہ کرتا تھا؟ پھر عروہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے واپس جا کر اپنی قوم سے صحابہ کرام کے اوصاف بیان کیے اور کہا کہ ایک نیک امر جو پیش کیا جا رہا ہے اسے قبول کر لو۔ پھر حلیس بن علقمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے بھی واپس جا کر کہا کہ میری رات ہے کہ مسلمانوں کو بیت اللہ شریف سے نہ روکا جائے۔ حلیس کے بعد کمرز آیا۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام کر رہی رہا تھا کہ خطیب قریش سہیل بن عمرو قریشی عامری حاضر ہوا۔ آپ نے بطریق تفاؤل فرمایا کہ اب تمہارا کام کچھ سہل ہو گیا۔ گفتگو سے صلح کے بعد فرار پایا کہ دس سال تک لڑائی بند رہے۔ سہیل نے عرض کیا کہ معاہدہ تحریر میں آجائے۔ پس نبی صلی اللہ وسلم کاتب یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا۔

رسول اللہ: (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (علی سے) لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم
سہیل: الرحمن میں نہیں جانتا کیا ہے، بلکہ لکھ باسمک اللہم
جیسا کہ تو پہلے لکھا کرتا تھا۔

صحابہ حاضرین: اللہ کی قسم بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا اور نہ لکھ۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لکھ باسمک اللہم (بعد تعیل) لکھ هذا
لہ مغیرہ اور ثقیف کے تیرہ آدمی تحائف لے کر متویش والی مہر کے ماں گئے تھے جو انعام ملا وہ تیرہ نے لے لیا اور
مغیرہ کو کچھ نہ دیا۔ واپسی پر راستے میں وہ تیرہ شراب پی کر سو گئے۔ مغیرہ نے سب کو قتل کر دیا اور مال لے کر مدینہ
میں حاضر ہوا اور اسلام آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا اسلام ہم قبول کرتے ہیں، مگر مال
میں دخل نہیں دیتے۔ اس پر یفریقین میں لڑائی ہوئی۔ عروہ نے دیت دے کر ثقیف سے صلح کر لی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل سے جو موافقت کی اس میں بڑی مصلحت تھی جو صحابہ کرام کو اس
وقت معلوم نہ ہوئی۔ یہ حقیقت میں بڑی فتح تھی یہی سہیل حجتہ الوداع میں حاضر ہے حضور اور قربانی دینے
کے بعد اپنا سر مبارک منڈا رہے ہیں اور سہیل آپ کے بال لے کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہا ہے۔ علاؤ الدین
باسمک اللہم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ایک ہی معنی ہیں۔

ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ۔

سہیل : (بعد کتابت) اللہ کی قسم! اگر ہم جانتے کہ تو اللہ کا رسول ہے تو تجھے بیت اللہ سے منع نہ کرتے اور نہ تجھ سے لڑائی کرتے (علی سے) بلکہ لکھ محمد بن عبد اللہ اور لفظ رسول اللہ کو مٹا دے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : (سہیل سے) اللہ کی قسم! میں بے شک اللہ کا رسول ہوں۔ اگر تم میری تکذیب کر رہے ہو تو اس سے میری رسالت میں کوئی فرق نہیں آتا (علی سے) اسے مٹا دو۔

حضرت علی! میں اسے نہیں مٹاؤں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مجھے اس لفظ کی جگہ بتاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتا دیتے ہیں اور حضور لفظ رسول اللہ کو مٹا کر علی سے اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھواتے ہیں، آگے لکھ۔ شرط یہ ہے کہ قریش ہمارے واسطے بیت اللہ شریف کا راستہ چھوڑ دیں گے اور ہم اس کا طواف کریں گے۔

سہیل : اللہ کی قسم! ہم نہ چھوڑیں گے۔ عرب یہ کہیں گے کہ دباؤ ڈال کر ہمیں اس پر راضی کیا گیا ہے۔ ہاں آئندہ سال ایسا ہو جائے گا (چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا) دیگر شرط یہ ہے کہ ہم میں سے جو کوئی آپ کے پاس آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ اسے ہماری طرف واپس کر دیں گے۔

صحابہ حاضرین : (متعجب ہو کر) سبحان اللہ! جو مسلمان ہو کر آئے وہ مشرکین کی طرف کس طرح واپس کیا جائے گا؟ اسی آئندہ میں سہیل کا بیٹا ابو جندل پابزنجیر اسفل مکہ سے لے اس شرط میں بھی موافقت بنا کر مصلحت متقی اور وہ اس صلح کے فرائض و فوار تھے۔ اس سے کفار کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات سننے اور دیکھنے کا موقع مل گیا اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے، چنانچہ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان کچھ لوگ اسلام لائے، مگر فتح مکہ کے بعد گروہ دیگر وہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(قیضانہ میں سے نکل کر یہاں آجاتا ہے اور اپنے تئیں مسلمانوں کے حوالے کرتا ہے۔

سہیل : یا محمد پہلے میں اسی پر آپ کا حکم کرتا ہوں کہ آپ اسے میرے حوالے کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ہم ابھی صلح نامہ کی کتابت سے فارغ نہیں ہوئے۔

سہیل : اللہ کی قسم! تب میں بھی آپ سے کبھی کسی بات پر مصالحت نہ کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اسے میرے پاس رہنے دو۔

سہیل : میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ہاں اجازت دے دو۔

سہیل : میں ایسا نہیں کرنے کا۔

مکوز : (سہیل سے) ہم نے تیرے واسطے اجازت دے دی۔

ابو جندل : اے مشرک مسلمان! میں مسلمان ہو کر مشرکین کے حوالے کیا جا رہا ہوں کیا تم میری تکلیف نہیں دیکھتے ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ابو جندل! صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم تم نہیں توڑتے۔ اللہ تیری خلاصی کی کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

(یہ سن کر) سر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر ابو جندل کے ساتھ ہو لیے اور کہہ رہے تھے، وہ تو مشرکین ہیں، کسی مشرک کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا کسی کتے کو قتل کر ڈالنا! ابن سعد اور بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں پہنچے تو آپ نے قریش کو اپنے ارادے سے مطلع کرنے کے لیے حضرت فراش بن امیہ خزاعی کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے ان کی طرف بھیجا۔ عکرمہ بن ابو جہل نے اس اونٹ کی کوپچیں کاٹ دیں اور فراش کو قتل کرنے لگے، مگر اصامیش اور احلاف نے روک دیا۔ فراش نے خدمت اقدس میں واپس آکر یہ ماجرا کہہ سنایا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط دے کر اشراف قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ مکہ میں کمزور مسلمانوں کو مکہ سے روک

پر متفق ہیں۔ ابان میں سعید اموی نے جواب تک ایمان نہ لائے تھے۔ حضرت عثمان کو پناہ دی۔ اور اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان نے اشرف قریش کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا اور نامہ مبارک پڑھ کر ایک ایک کو سنایا، مگر وہ وبراہ نہ ہوئے۔ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا اور وہ اس کے نفاذ کے منتظر تھے۔ تو فریقین کے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص پر پتھر یا تیر مارا۔ اس سے لڑائی چڑھ گئی، اس لیے فریقین نے فریق مخالف کے آدمیوں کو بطور برغمال اپنے پاس روک لیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہبیل بن عمرو کو اور مشرکین نے حضرت عثمان کو ربح دس اور کے زیر حراست رکھا۔ اس اثناء میں یہ غلط خبر اڑی کہ حضرت عثمان مکہ میں قتل کر دیئے گئے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بول کے درخت کے نیچے مسلمانوں سے موت پر بیعت لی جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ اس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ حضرت عثمان چونکہ مکہ میں تھے، اس لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو بیعت کے شرف میں شامل کیا جیسا کہ "سیرت رسول عربی" میں بالتفصیل مذکور ہے۔ جب قریش کو اس بیعت کی خبر پہنچی تو وہ ڈر گئے اور معذرت کر کے صلح کر لی اور طرفین کے اصحاب چھوڑ دیئے گئے۔

جب صلح سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو قربانیاں دو اور سر منڈاؤ آپ نے تین بار ایسا فرمایا، مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ تذکرہ کیا، تو ان کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہو گئی، جیسا کہ آگے آئے گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تو ابو جندل کی طرح ابو بصیر ثقفی علیف بنی زہرہ مکہ سے بھاگ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ قریش نے دو شخص اس کے تعاقب میں بھیجے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب معاہدہ ابو بصیر کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا۔ جب وہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابو بصیر

نے ان میں سے ایک سے دیکھنے کے بہانہ سے تلوار لی اور اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں آیا۔ ابو بصیر بھی اس کے پیچھے آ پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا وعدہ پورا ہو چکا۔ آپ نے فرمایا پورا نہیں ہوا۔ تو جہاں چاہتا ہے چلا جا، اس لیے ابو بصیر ساحل بحر پر چلا گیا۔ ابو جندل بھی بھاگ کر دوسرے کے قریب ابو بصیر سے آ ملا اور رفتہ رفتہ ایک جماعت ان کے ساتھ ہو گئی۔ ابو جندل نے قریش کا شامی راستہ روک لیا۔ قریش تنگ آ کر حضور رحمتہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طالبِ رحم ہوتے اور واپسی کی شرط بھی اڑا دی۔ پس حضور انور نے ابو بصیر و ابو جندل کے نام ایک نامہ بھیجا۔ ابو بصیر اس وقت قریب الموت تھا۔ وہ نامہ مبارک اس کے ہاتھ ہی میں تھا کہ انتقال کر گیا اور ابو جندل ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ میں حاضر خدمت اقدس ہو گیا اور مدینہ ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ملک شام میں شہید ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

والیان ملک کو دعوت اسلام

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ذی الحجہ سنہ ۱۰ میں) حدیبیہ سے واپس تشریف لائے، تو آپ نے شروع سنہ میں والیان ملک کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے جن کا ذکر کسی قدر تفصیل سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ جو نامہ مبارک قیصر روم کے نام لکھا گیا، اس کے الفاظ یہ تھے،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت
من محمد عبد اللہ و رسولہ رحمہ والاسہ۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد

لہ حالات مذکورہ کے لیے دیکھو زرقانی علی المواہب

الی ہرقل عظیم الروم سلام
 علی من اتبع الهدی اما بعد
 فانی ادعوك بدعاية الاسلام
 اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک
 مرتین فان تولیت فان علیک
 اثر الدنیا سین وی اهل الکتب
 تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و
 بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرك
 به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا
 اربابا من دون اللہ فان تولوا
 فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔

کی طرف سے ہرقل امیر روم کے نام۔ سلام
 اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد
 میں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں،
 تو اسلام لا، سلامت ہے گا۔ خدا تجھ کو دوسرا
 ثواب دے گا۔ اگر تو نے رگزدانی کی تو تیری عیال
 کا گناہ تجھ پر ہوگا اور اے اہل کتاب، اویسی
 بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ
 ہم خدا کو کسی کی پوجا نہ کریں اور اس کے ساتھ
 کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو
 چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے اگر وہ نہیں مانتے
 تو کہہ دو۔ تم گواہ رہو کہ ہم مانتے والے ہیں۔

اللہ
 رسول
 محمد

محمد رسول اللہ

رومیوں اور ایرانیوں میں دیر سے لڑائی چلی آتی تھی۔ ایرانیوں نے ملک شام فتح کر لیا تھا۔
 ہرقل کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ اسے اپنے پایہ تخت قسطنطنیہ پر ایرانی فوج کے حملہ کا اندیشہ ہو گیا
 تھا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ رومی جو شام میں مغلوب ہو گئے
 ہیں۔ چند سال میں وہ ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ یہ پیشین گوئی صلح حدیبیہ سے نو سال پیشتر
 ہوئی تھی اور حرف بحرف پوری ہوئی، چنانچہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو رومیوں کی فتح کی
 خبر پہنچی۔ ہرقل اس فتح کے شکرانے کے لیے محض سے بیت المقدس میں پیادہ گیا۔ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک حضرت وحید بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔

حضرت وحید نے وہ خط ہرقل کے گورنر شام حارث غسانی کو بصرے میں دے دیا۔ اس
 نے قیصر کے پاس بیت المقدس میں بھیج دیا۔ قیصر نے حکم دیا کہ اس مدعی نبوت کی قوم
 کا کوئی آدمی یہاں ملے تو لاؤ۔ اتفاق یہ کہ البوسفیان جو اس وقت تک ایمان نہ لائے
 تھے۔ تاجران قریش کے ساتھ عورتوں میں آئے ہوئے تھے۔ قیصر کا قاصدان سب کو بیت المقدس
 میں لے گیا۔ البوسفیان کا بیان ہے کہ جب ہم کو قیصر کے پاس لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ
 تاج پہنے ہوئے دربار میں تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے گرد اگر دامرائے روم ہیں۔ اس
 نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان (قریشیوں) سے پوچھو کہ تم میں بلحاظ نسب اس مدعی نبوت
 سے کون اقرب ہے؟ (قول البوسفیان) میں نے کہا کہ میں اقرب ہوں۔ قیصر نے رشتہ
 دریافت کیا۔ میں نے کہا وہ میرا چچیرا بھائی ہے۔ قافلہ میں اس وقت عہد منات کی اولاد
 میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ قیصر کے حکم سے مجھے نزدیک بلایا گیا اور میرے ساتھیوں کو میری
 پیٹھ پر بٹھایا گیا۔ پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں
 اس (البوسفیان) سے اس مدعی نبوت کا حال دریافت کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو یہ کہہ دینا
 کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ البوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرا جھوٹ
 اوروں سے نقل کیا کریں گے، تو میں اس کا حال بیان کرنے میں جھوٹ بولتا، مگر اس
 ڈر سے میں سچ ہی بولا۔ اس کے بعد قیصر و البوسفیان میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی۔
 قیصر: اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے؟

البوسفیان: وہ شریف النسب ہے

قیصر: کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

البوسفیان: نہیں۔

لہ یہ شہر اقصائے شام میں مصر کی طرف واقع ہے۔

لہ صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد

قیصر: کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: اس کے پیڑا کا برہن یا کمزور لوگ؟

ابوسفیان: کمزور لوگ۔

قیصر: اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہوتے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان: زیادہ ہو رہے ہیں۔

قیصر: کیا اس کے پیروں میں سے کوئی اس کے دین سے ناخوش ہو کر اس

دین سے پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا دعوتِ نبوت سے پہلے تمہیں اس پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں، لیکن اب جو ہمارا اس کے ساتھ معاہدہ صلح ہے، دیکھتے

اس میں کیا کرتا ہے؟

قیصر: کیا تم نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ہاں!

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ

قیصر: وہ تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے؟

ابوسفیان: کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ

ٹھہراؤ۔ تمہارے آباؤ اجداد جو کچھ کہتے ہیں، وہ چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو۔ پاک دامن

رہو۔ صلہ رحم کرو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان سے کہا کہ تم نے اس

شریف النسب بتایا۔ پیغمبر اپنی قوم کے اشراف میں سے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ تم نے کہا کہ

ہم میں سے کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اس نے

اپنے سے پہلے کے قول کا اقتدا کیا ہے۔ تم نے کہا کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔

اگر ایسا ہوتا تو میں خیال کرتا کہ وہ اپنے ملک کا طالب ہے۔ تم نے کہا دعویٰ نبوت سے پہلے

وہ کبھی متہم بالکذب نہیں ہوا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر

تو جھوٹ نہ بولے اور وہ خدا پر جھوٹ باندھے۔ تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے پیرو ہیں

پیغمبروں کے پیرو غالباً کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ تم نے ذکر کیا کہ اس کے پیرو زیادہ

ہو رہے ہیں، دین و ایمان کا یہی حال ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ تمام و کامل ہو جاتا ہے۔

تم نے بتایا کہ اس کے پیروں میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ ایمان کا یہی حال ہے کہ جب

اس کی بشارت و لذت دل میں سرایت کر جاتی ہے تو وہ دل سے نہیں نکلتا۔ تم نے کہا کہ

وہ عہد شکنی نہیں کرتا۔ پیغمبر عہد نہیں توڑا کرتے۔ تم نے بیان کیا کہ جنگ میں کبھی ہم غالب ہوتے

ہیں اور کبھی وہ۔ پیغمبروں کا یہی حال ہوا کرتا ہے، مگر آخر کار فتح پیغمبروں ہی کو ہوتی ہے

اعدائے دین کے سبب ان کو اتلا ہوا کرتا ہے۔ تم نے ان کی تخلیقات بیان کیں۔ اگر

تم سچ کہتے ہو تو میرے قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا

ہے، مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ اس تک پہنچ جاؤں گا

تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی تکلیف گوارا کرتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا، تو

اس کے پاؤں دھو تا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھا گیا،

اسے سن کر امرائے روم نے بڑا شور و شغب برپا کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ہمراہی

مُرخصت کر دیئے گئے۔

قیصر محض میں چلا آیا اور امرائے روم کو قصر شاہی میں جمع کر کے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں۔ پھر یوں خطاب کیا، اے گروہ روم! اگر تم فلاح و رشد کے طالب ہو اور چاہتے ہو کہ تمہارا ملک برقرار رہے تو اس نبی پر ایمان لاؤ۔ یہ سن کر وہ خراں وحشی کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے، مگر ان کو بند پایا۔ جب ہر قیل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ اور ان سے یوں خطاب کیا، میں تمہیں آزماتا تھا کہ تم اپنے دین میں کیسے مستحکم ہو، سو میں نے تم کو مستحکم پایا۔ یہ سن کر انہوں نے قیصر کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔

۲۔ خسرو پرویز ہرمزین نوشیرواں شاہ ایران کو یوں لکھا گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
من محمد رسول الله الى كسرى	اللہ کے رسول محمد کی طرف سے کسریٰ المیر فارس
عظيم فارس سلام على من اتبع الهدى	کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی
دا من بالله ورسوله	اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور
واشهد ان لا اله الا الله	گواہی دی کہ کوئی معبود سچ نہیں۔ مگر خدا ایک جس کا
وحده لا شريك له وان محمدا	کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور
عبده ورسوله ادعوك بدعاية	رسول ہے۔ میں تجھے دعوت خدا کے عزوجل کی
الله عز وجل فاني رسول الله	طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں تمام لوگوں کی
الى الناس كلهم لينذروا من كان	طرف خدا کا رسول ہوں تاکہ ڈراوے اس
ضيا ويحق القول على الكافرين	کو جو زندہ ہو اور ثابت ہو جائے کلمہ عذاب
اسلم تسلم فان توليت	کافروں پر تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ پس

لہ یہ شہر دمشق و حلب کے وسط میں واقع ہے۔

لہ مواہب لدنیہ

فعلیک اثر السجوس۔ اگر تو نے نہ مانا تو مجوسیوں کا گناہ تجھ پر ہے۔

رسول
محمد

محمد رسول الله

علاقہ بحرین کسریٰ کے زیر فرمان تھا۔ وہاں اس کی طرف مند بن ساوی عبیدی نائب السلطنت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ قرشی بھی کو دے کر حکم دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جاؤ۔ حاکم موصوف نے وہ نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ پڑھا گیا تو پرویز نے اسے پھاڑ دیا جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو آپ نے پرویز اور اس کے معاونین پر بڑھا فرمائی، ”وہ ہر طرح پارہ پارہ کیے جائیں۔“ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا، ان کی سلطنت خالی رہی۔ دولت و اقبال نے منہ پھیر لیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس بربادی کی کیفیت یوں ہے کہ پرویز نے نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد اپنے گور زمین باذان کو لکھا کہ اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز میں بھیجو تاکہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ باذان نے اپنے قہرمان بابویہ اور ایک شخص فرخسہ نام کو اس عرض کے لیے مدینہ میں بھیجا اور بابویہ سے کہہ دیا کہ اس مدعی نبوت سے کلام کرنا اور اس کے حال سے اطلاع دینا، یہ دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ بابویہ نے حقیقت حال عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میرے پاس آؤ۔ جب وہ دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا، ”فلاں“ (یعنی فلاں رات کو خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا، اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔) وہ بولے آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا ہم اپنے بادشاہ (باذان) کو یہ اطلاع کر دیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں میری طرف سے اسے یخبرے دو اور کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کے ملک کی انتہا تک پہنچ جائے گی اور

لہ صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد لہ اصناف ترجمہ جدیدہ

رہا (ان سے) یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لاؤ تو تمہارا ملک تم ہی کو دے دیا جائے گا۔
دونوں نے واپس آکر باذان سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس پر کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ شیرازیہ
کا خط باذان کے نام آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ پر وزیر کو قتل کر ڈالا کیونکہ
وہ اشراق فارس کا قتل جانتے سمجھتا تھا، اس لیے تم لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لو
اور اس مدعی نبوت کو جس کے بارے میں کسریٰ نے تم کو کچھ لکھا تھا، بڑا بھلا مت کہو،
یہ دیکھ کر باذان مسلمان ہو گیا اور ایرانی جو یہ تھے، سب ایمان لے آئے۔ اس کے
چھ ماہ بعد شیرازیہ بھی مر گیا۔ فارس کا آخری بادشاہ یزدجرد شہر یار بن شیرازیہ حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قتل ہوا۔

۳۔ اصحہ نجاشی شاہ حبشہ کو نامہ مبارک لکھا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں :

بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى النجاشي
ملك الحبشة سلم انت فاني
احمد اليك الله المذى لا اله
الا هو الملك القدوس السلام
المؤمن المهيمن واشهد ان
عيسى ابن مريم روح الله
وكلمة القاها الى مريم البتول
والطيبة الحصينة حملت
بعيسى فخلق من روحه ونفخه
كما خلق ادم مبيدا واني ادعوك
شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اللہ کے رسول محمد کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ
کے نام۔ تو سلامتی والا ہے۔ میں تیرے پاس خدا کا
شکر کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔
وہ بادشاہ ہے، پاک ذات سلامت سب
عیب سے۔ امان دینے والا بے گناہان اور
میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم روح اللہ
اور اللہ کا کلمہ ہے جس نے القا کیا۔ مریم
بتول طیبہ غنیفہ کی طرف۔ وہ بارور ہوتی عیسیٰ
کے ساتھ پس خدا نے اسے پیدا کیا اپنی روح
سے اور اس کے پھونکنے سے جیسا کہ پیدا کیا آدم

لہ ہدیہ الحیادی لابن التیم۔ مواہب لدنیہ

الى الله وحده لا شريك له و
الى مولات على طاعته وان
تتبعني وتؤمن بالمذی جاءني
فاني رسول الله اليك واني
ادعوك وجنودك الحمد لله
عز وجل وقد بلغت ونصحت
فاقبلوا نصيحتي والسلام على
من اتبع الهدى۔
کو اپنے ہاتھ سے اور میں تجھے بلاتا ہوں اللہ کی
طرف جو وحدہ لا شریک ہے اور اس کی اطاعت پر
موالات کی طرف اور یہ کہ تو میری پیروی کرے
اور ایمان لائے اس چیز پر جو مجھے ملی، کیونکہ میں نبی
طرف اللہ کا رسول ہوں اور میں تجھ کو اور تیرے
شکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں
نے پہنچا دیا اور نصیحت کر دی۔ تم میری نصیحت
کو قبول کرو۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

رسول اللہ
محمد

رسول اللہ
محمد

جب یہ نامہ مبارک حضرت عمرو بن ابی سلمیٰ کے ہاتھ اصحہ نجاشی کو ملا تو اس نے اسے اپنی
آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور نامہ مبارک
کو باقی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا اور یہ جواب لکھا :

بسم الله الرحمن الرحيم
الى محمد رسول الله من النجاشي
اصحمة سلام عليك يا رسول الله
ودحمة الله وبركات المذی لا اله
الا هو المذی هداي للاسلام
اما بعد فقد بلغني كتابك يا رسول
الله كما ذكرت من امر عيسى فو
رب السماء والارض ان عيسى
شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم
والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد کے نام نجاشی اصحہ
کی طرف سے۔ یا رسول اللہ آپ پر سلام اور
اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکتیں جس کے سوا کوئی
معبود بحق نہیں۔ اس نے مجھے اسلام کی طرف
ہدایت کی۔ انا بعد یا رسول اللہ مجھے آپ کا نام
ملا۔ آپ نے جو حضرت عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے
سو آسمان زمین کے رب کی قسم کہ حضرت عیسیٰ

عليه الصلوة والسلام لا يزيد
علي ما ذكرت تفروقا انه كما
ذكرت وقد عرفنا ما بعثت به
علينا فاشهد انك رسول الله
صادقا مصدقا وقد بايعتك
وبايعت ابن عمك واسلمت
على يد يه الله رب العالمين
وقد بعثت اليك بابني وان شئت
انتيتك بنفسى فعلت فاني اشهد
ان ما تقوله حق والسلام عليك
ورحمة الله وبركاته

اصححه
نخاشی

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اصححه
نخاشی

اصححه کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ایک اور نام
بھیجا تھا کہ ام حبیبہ (امیر معاویہ کی بہن) کو نکاح کا پیغام دو اور مہاجرین میں سے
جو اب تک حبشہ میں ہیں ان کو یہاں پہنچا دو۔ ارشاد مبارک کی تعمیل کی گئی حضرت ام حبیبہ نے
حضرت خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا اور نخاشی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا نکاح ام حبیبہ سے کر دیا اور مہر جو چار سو دینار تھا وہ بھی خود ہی ادا کر دیا۔ ام حبیبہ
کا پہلا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی تھا۔ دونوں ہجرت کر کے حبشہ میں چلے آئے تھے
مگر عبید اللہ نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ اس طرح ام حبیبہ بیوہ رہ گئی تھیں۔

نخاشی نے حضرت جعفر طیار اور حضرت ام حبیبہ اور دیگر مہاجرین حبشہ کو ایک جہاز
میں سوار کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے جہاز میں اپنے بیٹے کو مہاجر
کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا جس میں اپنے ایمان
لانے کا حال لکھا تھا۔ پہلا جہاز صحیح و سالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں تشریف رکھتے تھے، مگر دوسرا جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور سب
سوار ہلاک ہو گئے۔

اصححه نخاشی نے سلسلہ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے
جنازے کی نماز فاتحانہ پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے نخاشی کو بھی
جو اصححه کے بعد بادشاہ ہوا۔ دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس دوسرے نخاشی کے ایمان
کا حال معلوم نہیں۔

۴۔ مقوقس والی مصر ہر قل قیصر روم کا باج گزار تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ
کے ہاتھ اس کو یہ نامہ مبارک بھیجا گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد عبد الله ورسوله الى

المقوقش عظيم القبط سلام على

من اتبع الهدى اما بعد فاني

ادعوك بدعاية الاسلام اسلم

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی

طرف سے مقوقش امی قبط کے نام۔ سلام اس پر

جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد میں بلاناہوں

ادعوك بدعاية الاسلام اسلم

جب حضرت ابو سخی اشقری کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی تو وہ اور ان کے دو

بھائی اور ان کی قوم کے بادل یا تریپین آدمی ہیں سے ہجرت کر کے ایک کشتی میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے،

مگر باد مخالف کے سبب سے ان کی کشتی ساحل حبشہ پر جا لگی، اس لیے وہ حبشہ میں حضرت جعفر طیار کے

ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس سفر میں وہ بھی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے آئے۔

تسلم يوتك الله اجرک موتين
فان توليت فعليك اثرا لقيط
يا اهل الكتب تعالوا الى كلمة
سواء بيننا وبينكم الا نعبد
الا الله ولا نشرك به شيئا و
لا يتخذ بعضنا بعضا اربابا
من دون الله فان تولوا فقولوا
اشهدوا بانا مسلمون۔

دے گا تجھ کو اللہ ثواب دے گا۔ اگر تو نے نہ
مانا تو تجھ پر ہو گا گناہ قبطیوں کا۔ اسے اہل کتاب
تم آؤ طرف ایسی بات کی جو یکساں ہے ہم میں اور
تم میں کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور شریعت
شہر میں اس کے ساتھ کسی کو اور نہ بنائے ہم
سے کوئی دوسرے کو رب سوائے اللہ کے
سو اگر وہ نہ مانیں تو کہو تم گواہ رہو کہ ہم ہیں
ماننے والے۔

اللہ
رسول
محمد

حسن اتفاق سے اصل نامہ مبارک ایک فرانسیسی سیاح کو حمیم کے گرجا گھر میں ایک
راہب سے ملا۔ اس نے خرید کر سلطان عبدالحمید خاں مرحوم والی سلطنت عثمانیہ کی خدمت
میں بطور ہدیہ پیش کیا جواب تک قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ اس کے دو فوٹو اس وقت
ہمارے زیر نظر ہیں۔ ہم نے اسے تبرکاً مطابق اصل لفظ بلفظ سطر وار نقل کیا ہے۔
اس کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مہر ثبت ہے جس کی اوپر کی سطر میں
اللہ دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد ہے۔ دیگر خطوط کے آخر میں بھی یہی مہر مبارک
ثبت تھی۔ یہ نامہ مبارک مقوقس کو سکندریہ میں ملا۔ اس نے باہمی دانت کے ڈبے میں
رکھ لیا اور اس پر اپنی مہر لگا دی اور جواب میں عربی زبان میں یوں لکھوایا،

بسم الله الرحمن الرحيم
لحمد بن عبد الله عن المقوقس عظيم
القبط سلام عليك اما بعد فقد
شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان اور نہایت
رحم والا ہے۔ محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس امیر قبط
کی طرف سے سلام ہو آپ پر۔ اما بعد میں نے

قرات كتابك وفهمت ما ذكرت
فيه وماتت عواليه وقد علمت
ان نبيا بقى وكنت اظن انه
يخرج بالشام وقد اكرمت
رسولك وبعثت اليك بجماديتين
لهما مكان في القبط عظيم
وبكسوة واهديت اليك بغلة
لتركبها والسلام عليك۔

آپ کا خط پڑھا اور سمجھ گیا جو کچھ آپ نے اس
میں ذکر کیا ہے اور جس کی طرف آپ بلا تے ہیں
مجھے علم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے میرا گمان
تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے
قاصد کی عزت کی اور آپ کی طرف دو کینز
جن کی قبطیوں میں بڑی عزت ہے اور کپڑے
بھیجتا ہوں اور آپ کی سواری کے لیے
ایک خچر ہدیہ بھیجتا ہوں۔ والسلام علیک

اصحیح بخاری

اصحیح بخاری

یہ دو کینز ماریہ اور سیرین نام سگی بہنیں تھیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ان کو دعوت اسلام دی تو ماریہ نے فوراً اور سیرین نے کچھ توقف کے بعد کلمہ شہادت
پڑھا۔ اس واسطے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرم نبوی میں داخل کر لی گئیں اور
حضرت سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت ہوئی۔ خچر کا نام دلدل
تھا۔ حضرت حاطب نے مقوقس کا حال جو ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس خبیث کو ملک کی طمع نے اسلام سے محروم رکھا، حالانکہ اس کا ملک باقی نہ
رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۔ ہوزہ بن علی الحنفی صاحب یمامہ کی طرف یوں لکھا گیا،

بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى هوزة بن
علي سلام على من اتبع الهدى
شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اللہ کے رسول محمد کی طرف سے ہوزہ بن علی کے
نام اسلام اس پر جس نے ہدایت کی پیڑی کی تجھے

واعلم ان دینی سیظہر الخ
منتہی الخف والآخر فاسلم
تسلم اجعل لك ما تحت
یديك۔

معلوم رہے کہ میرا دین منقریب اس حد تک
پہنچے گا، جہاں تک کہ اونٹ اور بچہ جاتے
ہیں تو اسلام لاسلامت رہے گا۔ میں تیرا
ملک تجھ کو دے دوں گا۔

اللہ
رسول
محمد

محمد رسول اللہ

جب حضرت سلط بن عمرو عامری یہ نامہ مبارک ہوذہ کے پاس لے گئے تو ارکون دمشق
جو امر لے نصاریٰ میں سے تھا، اس وقت حاضر تھا۔ ہوذہ نے مضمون نامہ بیان کر کے
اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا۔ ارکون نے کہا تم اس کی
دعوت قبول نہیں کرتے۔ ہوذہ نے کہا میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں، اگر میں اس کا پیرو
بن گیا، تو ملک جاتا رہے گا۔ ارکون نے کہا خدا کی قسم! اگر تو اس کا پیرو بن جاتے، تو وہ
ضرور تیرا ملک تجھ کو دے دیگا۔ تیری یہودی اس کے اتباع میں ہے۔ وہ بیشک نبی عربی
ہے۔ جس کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے اور یہ بشارت ہمارے پاس
انجیل میں موجود ہے۔ بایں ہمہ ہوذہ ایمان نہ لایا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہوذہ ہلاک ہو گیا اور اس کا ملک ہی جاتا رہا، چنانچہ ایسا
ہی ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت
جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر خبر دی کہ ہوذہ مر گیا۔

۶۔ قیصر روم کی طرف سے حارث بن ابی شمر غسانی حدود شام کا گورنر تھا غوطہ
دمشق اس کا پایہ تخت تھا۔ اس کو یہ نامہ مبارک بھیجا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
من محمد رسول الله الى المحارث
شرع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اللہ کے رسول محمد کی طرف سے حارث بن ابی شمر

میں لائے تھے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا اور ہاشم کے مکانات پر ان کو قابض
کر دیا تھا۔ جب عبدالمطلب نے وفات پائی تو عبدالمطلب کے چچا نوفل نے وہ مکانات
چھین لیے۔ عبدالمطلب نے قریش سے مدد مانگی۔ قریش نے کہا کہ ہم تو تم دونوں میں
داخل نہیں دیتے۔ عبدالمطلب نے اپنے نہال یعنی بنو نجار کو مدینہ میں لکھا، اس لیے
ابوسعید بن عدس بخاری اتنی سوار لے کر مدد کو آیا۔ جب وہ مکہ میں پہنچا تو نوفل جہلم میں
قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابوسعید نے وہاں پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار
کیچ لی اور کہنے لگا کہ ہمارے مہانجے کے مکانات واپس کر دو، ورنہ اس تلوار سے
فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یہ دیکھ کر نوفل نے قریش کے سامنے مکانات تو واپس کر دیئے مگر
اپنی کمزوری کو محسوس کر کے آئندہ کے لیے عہدش کے بیٹوں کو بنو ہاشم کے خلاف اپنا حلیف
بنالیا۔ اس پر عبدالمطلب نے خزاعہ سے کہا کہ تم بنو نوفل اور بنو عہدش کے خلاف میرے حلیف
بن جاؤ۔ عبد مناف کی ماں خزاعہ کے سردار حلیل کی بیٹی تھی، اس لیے وہ کہنے لگے کہ تمہاری
مدد کرنا ہم پر واجب ہے، چنانچہ دارالندہ میں یہ معاہدہ لکھا گیا۔

حدیبیہ کے دن ازروئے معاہدہ ہر ایک قبیلہ فریقین میں سے جس کا چاہا حلیف
بن گیا، چنانچہ خزاعہ اپنا پرانا معاہدہ دکھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف
بن گئے۔ اور بنو بکر قریش کے معاہدے میں شامل ہوئے۔ یہ دونوں قبیلے (خزاعہ و بنو بکر)
ایک دوسرے کے حلیف تھے اور ان میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی جس کا سبب
یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بنو الحضر فی میں سے ایک شخص جو اسود بن زرن وکی بکری
کا حلیف تھا، بغرض تجارت گھر سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو انہوں
نے اسے قتل کر ڈالا اور مال لے لیا۔ اس پر بنو بکر نے خزاعہ کا ایک آدمی قتل کر ڈالا۔
پھر خزاعہ نے بنو الاسود یعنی سلمیٰ و کلثوم و ذویب کو عرفات میں قتل کر ڈالا۔ اسی حالت
میں اسلام کے ظہور نے عرب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ لڑائیاں رک گئیں جب صلح حدیبیہ

کے سبب سے اسلام و کفر میں لڑائی کا سلسلہ بند ہو گیا تو بنو بکر کی ایک شاخ بنو نفاثہ سمجھے کہ اب انتقام کا وقت ہے، اس لیے نوفل بن معاویہ و بنی بکری بنو نفاثہ کو ساتھ لے کر آپ دتیر میں جو اسفل مکہ میں خزاعہ کے علاقہ میں ہے رات کو حملہ آور ہوا۔ قریش نے حسب معاہدہ بنو بکر کی مدد کی۔ چنانچہ صفوان بن امیہ، حویطب بن عبد العزیٰ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ صورتیں بدل بدل کر خزاعہ سے لڑے۔ یہاں تک کہ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم مکہ میں پناہ لی۔ بنو بکر حرم کا احترام رکھ کر رگ گئے مگر نوفل نے کہا کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا، چنانچہ حرم میں خزاعہ کا خون بہا گیا۔ جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تھا، تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے عمرو مذکور حاضر خدمت ہو کر یوں گویا ہوا ہے

يَا دَبَّ اِنِّي نَاشِدُ مُحَمَّدًا
لے خدا میں محمد کو یاد دلاتا ہوں وہ پرانا معاہدہ جو
فَانصُرْ رَسُولَ اللَّهِ نَصْرًا عَتِدًا
یا رسول اللہ! ہماری پوری مدد کیجئے
اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَقُواكَ الْوَعْدَا
قریش نے آپ سے وعدہ کے خلاف کیا
هُم بَيِّنُوْنَا بِالْوَيْتِ يَرْهَبُ جَدًا
انہوں نے دتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو! تجھے مد مل جائے گی۔ ایک روایت

لے زرقانی علی اللہ امیر بحوالہ مخازی ابن عابدہ روایت ابن عمر

میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں۔ پس آپ نے حضرت ضمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور یہ تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک اختیار کر لیں۔

- ۱۔ خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں۔
- ۲۔ بنو نفاثہ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔
- ۳۔ اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرط بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کر دی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی نے جو بنو اسد بن عبد العزیٰ کے حلیف تھے، بنو ہاشم کی کنیز سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ بھیجا جس میں اس جنگی تیاری کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا اور روانہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس معاملہ کی خبر دے دی۔ آپ نے حضرات علی و زبیر و مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک ہینڈ ٹنی سوار عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے، وہ لے آؤ۔ وہ سوار ہو کر اس کے تعاقب کو چل پڑے اور سارہ سے روضہ خاخ میں جا ملے۔ اس کو نیچے اتار لیا اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے، اس نے انکار کر دیا۔ اس کے کباوے کی تلاشی لی گئی مگر کچھ برآمد نہ ہوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال، ورنہ تم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ جب یہ خط آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا: اے حاطب، تو نے یہ کیا حرکت کی؟ حاطب نے یوں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔ میں دین سے نہیں پھرا۔ میرے

بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں، آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے دار ہیں جن کے سبب سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ دار نہیں۔ اپنے اہل و عیال کے بچاؤ کے لیے میں نے یہ حکم کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں تاکہ اس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیتاب ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سراپا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ حاطب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! تجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہے کہ فرمایا: اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غُفِرَ لَكُمْ۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ نے حضرت حاطب کو معاف کر دیا۔

قصہ کوتاہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان ۳۵ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب تک مکہ میں مقیم تھے، اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ کو آ رہے تھے۔ وہ مقام خُجَافہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حسب ارشاد نبوی انہوں نے اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ قدید میں قبائل کو جھنڈے دیئے گئے۔ اخیر پڑاؤ مرا نظر ہران تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لیے انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقارہ کو بھیجا۔ اس تجسس میں ان کا گڑھ نظر ہران پر ہوا۔ ابوسفیان بولا: ایسا قدر جا بجا آگ کیسی ہے؟ یہ تو شبِ عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔

یہ تم کو جو چاہو، البتہ میں نے تم کو معاف کر دیا۔ صحیح بخاری باب غزوة الفتح و ما بہت حاطب بن ابی بلتعہ الی اہل مکہ۔ مکہ یہ مقام مکہ شریف سے چار منزل ہے۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اوطاس سے واپس آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابو عامر کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَعْفِرْ لِحُبَيْدِ ابْنِ عَامِرٍ
اَللّٰهُمَّ اَجَلْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ وَ مِّنَ النَّاسِ۔

اے خدا! ابو عامر عبید کو بخش دے۔
اے خدا! اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق اور اپنے لوگوں میں سے بہتوں کے اوپر رکھنا۔

یہ دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اپنے واسطے دعا کی التجا کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَعْفِرْ لِعَبْدِكَ اَبْنِ ثَبْتٍ
قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَاَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَدْخَلًا كَرِيْمًا۔

اے خدا! عبد اللہ بن قیس کا گناہ بخش دے اور اسے قیامت کے دن عزت کے مقام میں داخل کر۔

محاصرہ طائف

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غنائم و اسیران جنگ کی نفلت حکم دیا کہ سب کو جمع کر کے جعرانہ میں بھیج دیا جائے۔ بذاتِ اقدس طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۲ ذی القعدہ کے وقت طفیل بن عمرو دوسی کو بت ذوالکفین کے منہدم کرنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اپنی قوم سے مدد لے کر ہم سے طائف میں آلو۔ حضرت طفیل اپنی قوم کے رئیس تھے انہوں نے بُت کو جلا دیا اور قبیلہ دوس کے چار سو آدمی اور دباہو منجینق لے کر طائف لے جہرانہ یا جہرانہ مکہ و طائف کے درمیان مکہ سے ایک برید (۱۲ میل) ہے۔

۱۳ طائف ایک بڑا شہر ہے جو مکہ سے دو یا تین منزل مشرق کی طرف واقع ہے۔

میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

ثقیف او طاس سے بھاگ کر طائف میں چلے آئے تھے۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ اس کی مرمت کے ایک سال کا سامان رسد لے کر اس میں پناہ گزین تھے۔ لشکر اسلام اس قلعہ کے قریب اترا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات استعمال میں لائے گئے۔ مسلمانوں نے منجیق نصب کیا تو اہل قلعہ نے تیروں کا مینہ برساتا شروع کیا، بارہ غازی شہید ہو گئے۔ دوبارہ استعمال کیا گیا تو ثقیف نے لوہے کی گرم سلاخیں برساتیں جن سے دبا بہ جل گیا، اور نقصان جان بھی ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے منادی کرادی گئی کہ کفار کا جو غلام قلعہ سے ہمارے پاس آئے گا، وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیس غلام قلعہ سے اتر کر حاضر خدمت ہوئے، وہ سب آزاد کر دیئے گئے اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیئے گئے کہ ان کی ضروریات کے مشکفل ہوں اور ان کو تعلیم اسلام دیں۔ ان غلاموں میں حضرت نفع بن حارث تھے جو چرخ چاہ پر لٹک کر قلعہ کی دیوار سے اترے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو بکر رکھ دی۔ دو ہفتہ بلکہ اس سے زیادہ محاصرہ قائم رہا، مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت نوفل بن معاویہ دہلی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ "لو مڑی بھٹ میں ہے۔ اگر آپ کوشش جاری رکھیں گے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر اسے چھوڑ جائیں تو آپ کو مضر نہیں۔" غرض محاصرہ اٹھالیا گیا۔ جب واپس آنے لگے تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہم کو جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا فرماتیں۔" اس پر آپ نے یوں دعا فرمائی:

لے منجیق ایک قسم کا بٹاگو پھیلتا تھا جس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر دیوار قلعہ پر پھینکا کرتے تھے تاکہ دیوار ٹوٹ جاتے تھے۔ دوبارہ ایک آہ جنگ تھا جو چوڑے اور گھڑی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کی اوٹ میں دشمن کے قلعہ کی طرف جاتے تاکہ دیوار قلعہ میں نقب لگائیں۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ ثَقِیْفًا وَاَنْتَ اے خدا تو ثقیف کو ہدایت دے
مہم۔ اور ان کو دمسلمان بنا کر لا۔

اس دعائے رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلمہ میں ثقیف کے وفد نے حاضر خدمت اقدس ہو کر اظہار اسلام کیا۔
آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ میں تشریف لائے یہاں غنائم حنین و او طاس جمع تھیں جن کی تفصیل یہ ہے:

اسیران جنگ (ذنان و اطفال)

۶۰۰۰

اونٹ

۲۴۰۰۰

بکریاں

۴۰۰۰۰ سے زائد

چاندی

۴۰۰۰۰ روپیہ

آپ نے دس دن سے کچھ زیادہ ہوازن کا انتظار کیا۔ وہ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت میں سے طلقار و مہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو سخت ہوا۔ ان میں سے بعضے کہنے لگے: "خدا رسول اللہ کو معاف کر دے۔ وہ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہم کو محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔" اور بعض بولے: "جب مشکل پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور غنیمت اوروں کو دی جاتی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چہ چاہنا تو انصار کو طلب فرمایا۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں آپ نے انصار کے سوا کسی اور کو نہ رہنے دیا۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا کہ "وہ کیا بات ہے جو تمہاری نسبت میرے کان میں پہنچی ہے۔" انصار بھٹ نہ بولا کرتے تھے کہنے لگے کہ سچ ہے جو آپ نے سنا، مگر ہم میں سے کسی دانہ نے ایسا نہیں کہا۔ نو خیز جوانوں نے ایسا کہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے حمد و ثناء کے بعد یوں خطاب فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الَّذِينَ نَصَرُوا إِلَهُنَا إِنَّهُمْ لَكَاظِمُونَ
ضَالًّا فَهَذَا كَلِمَةُ اللَّهِ بَيِّنَةٌ
كُنْتُمْ مَتَفَرِّقِينَ فَأَلْقَكُمُ
اللَّهُ بَيْنِي وَكُنْتُمْ عَاقِلَةً
فَأَغْنَاكُمْ اللَّهُ بَيْنِي -
اے گروہ انصار کیا یہ سچ نہیں کہ تم
گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم
کو ہدایت دی اور تم پر اللہ تعالیٰ نے
میرے ذریعہ سے تم کو جمع کر دیا
اور تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ
سے تم کو غنی کر دیا۔

آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار ہر فقرے پر کہتے جاتے تھے کہ خدا اور رسول
کا احسان اس سے بڑھ کر ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ!
ہم کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا احسان اور فضل ہے۔ آپ نے فرمایا: بخدا اگر تم
چاہو تو یہ جواب دے دو۔ میں ساتھ ساتھ تمہاری تصدیق کرتا جاؤں گا۔

أَتَيْتُنَا مُكْذِبًا فَصَدَّقْنَاكَ وَمَا خَدُّوْا لَدُنَّا فَكُنَّا
تَوْحِيدًا لَّكُم مَّا كُنَّا نَعْبُدُ لَكَ وَلَكُنَّا
نَعْبُدُ لَكَ وَلَكُنَّا نَعْبُدُ لَكَ
وَلَكُنَّا نَعْبُدُ لَكَ وَلَكُنَّا نَعْبُدُ لَكَ
لوگوں نے تجھ کو نکال دیا تھا۔ ہم نے تجھے پناہ دی تو مفلس تھا ہم نے
جان و مال سے تیری ہمدردی کی۔

پھر فرمایا کہ میں نے تالیف قلوب کے لیے اہل مکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اے
انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر باتیں اور تم رسول اللہ کو لے کر
گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم! تم جو کچھ لے جا رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔
اگر لوگ کسی وادی یا درہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا درہ میں چلوں گا۔

یہ سن کر انصار پکار اٹھے: "يَا رَسُولَ اللَّهِ رَضِينَا" (یا رسول اللہ ہم راضی ہیں)
اور ان پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔
جب جعرانہ میں اسیران جنگ کی تقسیم بھی ہو چکی تو ہوازن کی سفارت (وفد) حاضر حضرت
اقدس ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن
سے تھیں۔ اس سفارت میں آپ کا رضاعی چچا ابو ثروان (یا ابو برقان) بن عبد العزیٰ سعدی
بھی تھا۔ سفارت کا رئیس زمیر بن صر و سعدی جتھی تھا۔ وفد نے پہلے اپنی طرف سے اور
اپنی قوم کی طرف سے اظہار اسلام کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر حضرت
زمیر بن صر و نے یوں تقریر کی:

"یا رسول اللہ! اسیران جنگ میں سے جو عورتیں چھپروں میں ہیں وہ
آپ کی بھوپھیاں اور خالائیں اور دایہ ہیں جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔
اگر ہم نے حارث ابن ابی شمر (امیر شام) یا نعمان بن منذر (شاہ عراق)
کو دودھ پلایا ہوتا۔ پھر اس طرح کی مصیبت ہم پر آپڑتی، تو ہمیں اس سے
مہربانی و فائدہ کی توقع ہوتی، مگر آپ سے تو زیادہ توقع ہے، کیونکہ آپ
فضل و شرف میں ہر مکفول سے بڑھ کر ہیں۔"
اس کے بعد حضرت ابو ثروان نے یوں عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ان چھپروں میں آپ کی بھوپھیاں، خالائیں اور بہنیں
ہیں جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ انہوں نے آپ کو اپنی گودوں میں پالا
اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی

لے ان حالات کے لیے صحیح بخاری دیکھو

لے اصحابہ۔ ترجمہ ابو ثروان

لے سیرت حلبیہ و اصحابہ

دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ میں نے آپ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو فوجان دیکھا۔ کوئی فوجان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصالِ خیرِ کامل طور پر موجود ہیں اور باوجود اس کے ہم آپ کے اہل و کنبہ میں آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔

یہ تقریر سن کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے انتظار کے بعد تقسیم کی ہے۔ اب تم اسیرانِ جنگ و غنائم میں ایک اختیار کرو: انہوں نے کہا کہ ہم اسیرانِ جنگ کی رہائی چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے خاندان کے حصہ کا اختیار ہے۔ باقی کے لیے اوروں کی اجازت درکار ہے۔ تم نماز ظہر کے بعد اپنی درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد انہوں نے اظہارِ مطلب کیا۔ پھر آپ نے حمد و ثناء کے یوں خطاب کیا:

”تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ اسیرانِ جنگ ان کو واپس کر دوں۔ تم میں سے جو بغیر عوض واپس کرنا چاہتے ہیں کر دیں اور جو عوض لینا چاہتے ہیں ہم پہلی قیمت میں سے جو ہاتھ آئے گی ادا کر دیں گے۔“

ہجرت کے نویں سال کے اوائل میں واقعہ ایلاہ پیش آیا۔ ازواجِ مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مقدور سے زیادہ نفقہ و کسوت طلب کیا۔ اس پر آپ نے ایلاہ کیا۔ یعنی سو گند کھائی کہ ایک ماہ تک ان کے ساتھ مخالفت نہ کروں گا۔ جب ۲۹ دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا تو آیہ تحفیر (سورۃ احزاب) نازل ہوئی۔ مگر سب نے زمینتِ دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔

غزوہ طائف اور غزوہ تبوک کے درمیان زمانہ میں حضرت کعب بن زبیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور انہوں نے اپنا مشہور قصیدہ پڑھا۔

غزوہ تبوک

یہ غزوہ ماہِ رجب سنہ ۶ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ رومیوں اور عیسائی عربوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑی فوج تیار کر لی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مکہ اور قبائلِ عرب سے جانی و مالی امداد طلب کی۔ اس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ العسرة بھی کہتے ہیں۔ سورۃ توبہ میں ہے: الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ - جو لشکر اس غزوہ کے لیے تیار کیا گیا، اسے جیش العسرة کہتے ہیں۔ اس پیش کی تیاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی بڑے اثار کا ثبوت دیا۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں جب سرزمینِ شموذ میں اترے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ لینا اور اور نہ وہ پانی پینا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے پانی لیا ہے اور اس سے آٹا گوندھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی گرا دو اور آٹا ادٹو کو کھا دو۔ جب آپ حجر یعنی شموذ کے

مکانات میں سے گزرے جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے ہوئے تھے۔ تو فرمایا کہ ان معذبین کے مکانات سے روتے ہوئے گزرنا چاہیے کہ مبادا ہم پر بھی وہی عذاب آئے۔ پھر آپ نے اپنی چادر سے منہ چھپالیا اور اس وادی سے جلدی گزر گئے۔

جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجر سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک جگہ آپ کا ناقہ گم ہو گیا۔ زید بن بصیت قینقاعی منافق کہنے لگا: محمد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور تم کو آسمانوں کی خبر دیتا ہے، حالانکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کا ناقہ کہاں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطلاع الہی معلوم ہو گیا۔ آپ نے یہ فرمایا، ایک منافق ایسا ایسا کہتا ہے خدا کی قسم! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا، چنانچہ خدا نے مجھے ناقہ کا حال بتا دیا ہے۔ وہ فلاں درہ میں ہے۔ اس کی ٹیکل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے، اس سبب سے وہ رکا ہوا ہے تم جا کر لے آؤ۔ بتھیل ارشاد مبارک ناقہ اس درہ میں سے لایا گیا۔

حضور کے ارشاد مبارک کے وقت حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ منافق مذکور اس وقت حضرت عمارہ ہی کے ڈیرے میں تھا۔ حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ڈیرے میں واپس آکر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انجھی ہم سے باطلاع الہی عجیب ماجرا بیان فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے۔ عمارہ کے بھائی عمرو بن حرم نے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے زید بن بصیت نے ایسا ہی کہا ہے۔ یس بن کر حضرت عمارہ نے زید کی گردن لکڑی سے ٹھکا دی اور کہا: اود ثمن خدا! میرے ڈیرے سے نکل جا۔ میرے ساتھ نہ رہ۔ کہا گیا ہے کہ زید مذکور بعد میں تائب ہو گیا تھا۔ لہ

حجر سے تبوک چار منزل ہے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ تبوک میں بیس روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام رہا۔ اہل تبوک نے جزیرہ پر آپ سے صلح کر لی۔ ایلیہ کا نصرانی سردار یوحنا بن روبہ حاضر خدمت ہوا۔ اس نے تین سو دینار سالانہ جزیرہ پر آپ سے صلح کر لی اور ایک سفید خچر پیش کیا۔ آپ نے اسے ایک چادر عنایت فرمائی۔ جزیرہ اذرح کے یہودیوں نے بھی جزیرہ پر صلح کر لی۔

تبوک ہی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو سواروں کا دستہ دے کر اکیدر بن عبدالمالک کنذی نصرانی سردار دومۃ الجندل کے زیر کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے۔ اکیدر دومۃ الجندل کے قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ حضرت خالد جب قلعہ کے پاس پہنچ گئے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ چاندنی رات تھی کہ ایک نیل گائے جنگل سے آکر قلعہ کے دروازے پر سینک مارنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کے لیے قلعہ سے اتر آیا۔ اثنائے شکار میں حضرت خالد کے دستہ نے اس پر حملہ کیا اور گرفتار کر کے مدینہ میں لے آئے۔ اس نے بھی جزیرہ پر صلح کر لی۔

لہ یہ شہر بحیرۃ قلزم کے کنارے پر شام سے ملحق واقع ہے وہ یہود جن پر اللہ تعالیٰ نے پھیل کا شکار سبت کے دن حرام کر دیا تھا۔ اسی شہر میں رہا کرتے تھے۔

لہ صحیح بخاری۔ کتاب النمازی۔ باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحجر لہ نزقانی علی المواہب بحوالہ ابن اسحاق وواقعی وغیرہ۔ غزوہ تبوک

پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

دعوتِ اسلام، اسلامی معاشرے کی تشکیل اور سینوں میں عشقِ مصطفیٰ

علیہ التَّحیۃ والثناء کی شمع فروزاں کرنے کے لیے قلم کاروں کی ایک مخلص تنظیم

ملک اور قوم کے تشخص اور ترقی میں ملک کے قلم کاروں کی اہمیت محتاجِ وضاحت نہیں
مسلمان اہل قلم کی خدا داد قابلیت و ذہانت ملتِ اسلامیہ کی امانت ہے۔ راہِ اسلام کے
راہرو قلم کار فی الوقت ٹوٹے ہوئے مار کے بکھرے ہوئے ہوتیوں کی طرح منتشر حالت
میں ہیں۔ اگر خدا و رسول اور بزرگانِ دین کے یہ نام لیوا مجتمع ہو کر ایک بار کی شکل میں منظم ہو
جائیں تو یقیناً معاشرے کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے روشنی کا میلنا ثابت ہوں گے،
ہمارا معاشرہ اپنی تمام تر کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اپنے جذبہ جہاد اور حبِ عشق
رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تشخص کی وجہ سے معروف ہے اور معاشرے کی یہ خصوصیت
سواءِ اعظم اہل سنت کے عقیدہ ایمان کے باعث ہے۔ لیکن اب اس معاشرے میں
بعض ایسے جراثیم پیدا ہو چکے ہیں جن کے زیر اثر بے حسی اور مسلکی بے رغبتی کا لہر مچا رہا
ہو کر بعض لوگ اپنے آقا و مولا رسولِ انام علیہ السلام کی تعلیمات اور اپنے اسلافِ کرام کی
شاندار روایات سے بے گانہ و بے بہرہ ہو رہے ہیں اس نازک بلکہ خطرناک صورت حال میں وطنِ عزیز
کے سنی قلم کاروں کی ایک تنظیم قائم کی گئی ہے جو تبلیغِ دین کے دائرے کو قلمی سطح پر مزید وسعت
دے اس طرح پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

گلڈ کے پروگرام سے اتفاق کی صورت میں رکنیت کا فارم چکر کر کے فیس رکنیت ۲۵ روپے
سالانہ چندہ دس روپے یعنی ۳۵ روپے کے ساتھ گلڈ کے دفتر میں ارسال فرمادیجئے۔

نیاز مند : جنرل سیکرٹری پاکستان سنی رائٹرز گلڈ